تعمیرِ حیات
لکھنؤ

پندرہ روزہ

مسلمانوں کی نازک ذمہ داری

انسان کی فطرت وہی ہے جو پہلے تھی، خلوص، محبت، خدمت، ہمدردی، پاکیزہ کردار اور اچھے اعمال آج بھی اس کی نگاہ میں اسی طرح قابل احترام ہیں جس طرح پہلے تھے، بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے بازار اور نیلام کی اس منڈی میں جہاں اصول و کردار کوڑیوں کے مول فروخت ہوتے ہیں، وہاں ان چیزوں کا اب کوئی خریدار نہیں لیکن حق تو یہ ہے کہ سودا جتنا کم ہوتا ہے اس کی اہمیت اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے، بیمار قوموں کی زندگی میں ایسے دور کبھی کبھی آتے رہتے ہیں، جب ان کے منھ کا مزہ بگڑ جاتا ہے اور یہ سارے حقائق ان کے لئے بے معنی اور بے قیمت ہوجاتے ہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ ہمارا وطن ابھی اس منزل پر نہیں پہونچا ہے، یہاں محبت کی ایک صدا، اور خلوص کی ایک ادا اب بھی دلوں کو تسخیر کرنے اور لوگوں کو اپنا اسیر بنانے کی طاقت رکھتی ہے، آج پوری انسانیت اس آب حیات کے ایک ایک گھونٹ کو ترس رہی ہے، اگر مسلمان آگے بڑھ کر اپنے قول و عمل، سیرت و کردار سے اپنے اس مکمل اور دلکش امن کا صحیح مظاہرہ کریں جس میں یہ تمام انسانی اخلاقی خوبیاں جمع ہیں، اور جس نے ہر دور میں انسانوں کی رہنمائی اور بیماروں کی مسیحائی کی ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ آج یہ نسخۂ شفا ہماری جاں نوازی اور مسیحائی سے انکار کردے!۔

مولانا سید محمد الحسنیؒ

Rs. 12/- فی شمارہ

250/- سالانہ زرتعاون

۱۰؍جون ۲۰۱۰ء

Postal Regd. No. LW/NP/63/2009TO2011
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071

Vol. No. 47 Issue No. 14

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in

25-May, 2010

Mobile: 09415786548
Mohd. Akram Jewellers
Phone: Shop. 0522-2274506
0522-2616731
محمد اکرم جویلرس
Near Odeon Cinema, Lucknow

New
Ph: 2266786
Sana Jewellers
ثنا جویلرس
Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad
۳۰۱/۱۷ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ-۳
301/17, Srai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

قبا اوننگ
مینوفیکچررس
ٹیررس اوننگ - ونڈو اوننگ = ڈوم اوننگ
فکس اوننگ - لان اوننگ - ڈیموڈینٹ
سل کراسنگ گوری بازار - سروجنی نگر کانپور روڈ - لکھنؤ
Tel : 0522-2817580 - 9335236026 - 9839095795

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845
Shop: 9415002532
2613736
3958875
سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام
حاجی صفی اللہ جویلرس
ہمارا نیا شوروم
گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ
پروپرائٹر: محمد اسلم
HAJI SAFIULLAH JEWELLERS
Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ
خوشبودار عطریات
روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر
فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب
عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ
اظہار سن پرفیومرس
اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
IZHARSON PERFUMERS
H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Designed at : Mashhud Enterprises Lko. Mobile : 9839133588, 9235794786

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Mob. 9415100085

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۷ شمارہ نمبر ۱۵

۱۰ر جون ۲۰۱۰ء مطابق ۲۶ر جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد سال ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

● مولانا عبداللہ حسنی ندوی ● مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

● امین الدین شجاع الدین

سالانہ زرتعاون ۲۵۰ر ——— فی شمارہ ۱۲ر

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے ۵۰ر ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

P.O.Box No.93 Tagormarg, Badshah Bagh, Lucknow-7

E-mail: nadwa@sancharnet.in Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

آپ کے خریداری نمبر کے پیچھے اگر کال لکھا ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلد ہی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات نیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

Hashmat Ali (Tameer-e-Hayat) Lko.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِس شمارے میں

شعروادب

ترا اخلاق تو قرآن ہی قرآن... ماہر القادری ۲

اداریہ

اسوۂ رسول ﷺ کی ایک.. شمس الحق ندوی ۳

راہ اعتدال

غیر قوموں کی مشابہت علامہ شبلی نعمانیؒ ۵

محاسن اسلام

اسلام میں آزادی ومساوات کا.. حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ۸

حکمت وموعظت

عصر حاضر میں اصلاح وتربیت.. مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی ۱۳

دعوت فکر وعمل

ملک وملت کے تئیں ہمارا فرض.. مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی ۱۵

آداب زندگی

''احسان'' اور ہماری زندگی مولانا محمد خالد غازی پوری ندوی ۱۶

کتاب ہدایت کی...

غلام وخادم کے حقوق خالد فیصل ندوی ۱۹

عالمی افق

جمہوریہ نائیجیریا-ایک.. ادارہ ۲۲

فقہ وفتاویٰ

سوال وجواب مفتی محمد ظفر عالم ندوی ۲۵

حیات تابعین

جب عشق سکھاتا ہے.. عبدالرحیم ندوی ۲۶

خبر ونظر

عالم اسلام محمد جاوید اختر ندوی ۲۸

روداد سفر

ترینڈرم میں تین دن محمود حسن حسنی ندوی ۳۰

تعارف وتبصرہ

رسید کتب م.ح.ح. ۳۲

جدید دلکش سونے، چاندی کے زیورات کیلئے ہمارے شوروم

گہنہ پیلیس

میں آپ کا خیر مقدم ہے

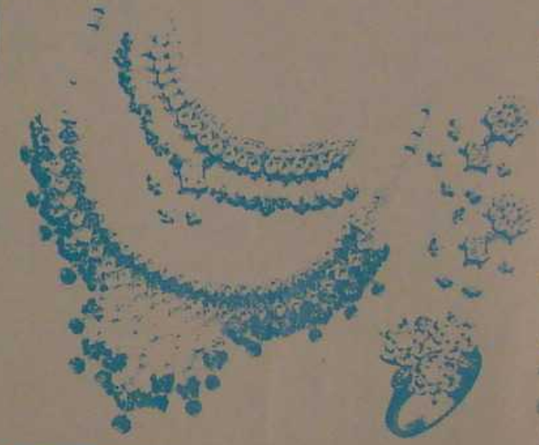

GEHNA PALACE

Whenever you see Jewellery Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد معروف خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے، اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

Phone : 0522-2260433, Mobile : 9415024686

شعروادب

ترا اخلاق تو قرآن ہی قرآن ہے ساقی

ماہر القادری

مسلماں کا رسالت پر تری ایمان ہے ساقی
مگر الفت تری ایمان کی ہی جان ہے ساقی

ترے کردار پر دشمن بھی انگلی رکھ نہیں سکتے
ترا اخلاق تو قرآن ہی قرآن ہے ساقی

تجھے جس نے نہ پایا وہ خدا کو پا نہیں سکتا
کہ تیری معرفت اللہ کی پہچان ہے ساقی

گنہگاروں کی نظریں تیری جانب اٹھ رہی ہوں گی
ہجوم حشر میں تیری یہی پہچان ہے ساقی

کبھی اے کاش! سوتے میں ترا دیدار ہو جائے
یہی ارمان تھا ساقی، یہی ارمان ہے ساقی

تری ہی ذات آخر رحم فرمائے گی امت پر
یہی اک چیز ہے جس سے کہ اطمینان ہے ساقی

زہے قسمت! کہ میں منجملۂ اہل محبت ہوں
ترے اصحاب کی الفت مرا ایمان ہے ساقی

کوئی صدیق اکبر ہے کوئی فاروق اعظم ہے
کوئی حیدر ہے کوئی جامع قرآن ہے ساقی

مرا مسلک نہیں ایمان کو ڈر کر چھپا لینا
مرا ایمان تو اعلان ہی اعلان ہے ساقی

☆☆☆☆☆

اداریہ

اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک روشن کرن: حلم و بردباری

شمس الحق ندوی

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے انسانی مزاج وطبیعت مختلف بنائے ہیں، بخل، حسد، غصہ، حرص، جھوٹ، دھوکہ دہی، فریب: یہ وہ ناپسندیدہ چیزیں ہیں جن سے طرح طرح کی دوسری برائیاں پیدا ہوتی ہیں اس کے بالمقابل جود وسخا، رحم وکرم، حسن اخلاق، اطاعت وانقیاد، ادب واحترام، شرم وحیا، ایثار وقربانی یہ وہ اچھی باتیں ہیں جن سے دوسری تمام نیکیاں اور اچھائیاں وجود میں آتی ہیں۔

انہیں دو متضاد صفات کے حامل انسانی سماج اور سوسائٹی میں مصلحین وقائدین ملت، جماعتوں اور اداروں کے سربراہان وذمہ داران کو کام کرنا ہوتا ہے، ان باتوں کو تحریر وتقریر میں پیش کر دینا تو بہت آسان ہے لیکن عملی طور پر ان صفات کے حامل انسانوں میں کام کرنے کا دل وجگر پیدا کرنے کے لیے اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کامل کے سوا کہیں اور سے رہنمائی اور قوت وتوانائی نہیں مل سکتی، لہٰذا دعوت وارشاد، قیادت وسیادت، اداروں کی سربراہی، تحریکوں کی پیشوائی اور کسی متحدہ پلیٹ فارم کی قیادت کا نازک فریضہ انجام دینے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم وحکمت، نازک سے نازک موقع پر اپنے نفس وغصہ پر ضبط وحلم سے کام لینا پڑے گا اور شاعر کی اس نصیحت پر پوری ہمت وحوصلہ کے ساتھ عمل کرنا پڑے گا۔

اذا بليت برجل لا خلاق له
فكن كانك لم تسمع ولم يقل

(جب تم کو کسی بدتمیز وبداخلاق شخص سے واسطہ پڑے تو تم ایسے بن جاؤ جیسے نہ اس نے کچھ کہا، نہ تم نے کچھ سنا،) ہم اس موقع پر اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حلم وضبط کے صرف دو واقعے ذکر کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں:

زید بن سعنہؓ ایک بڑے یہودی عالم تھے ایک مرتبہ کہنے لگے کہ نبوت کی علامتوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس کو میں نے حضورؐ میں نہ دیکھ لیا ہو، بجز دو علامتوں کے جن کی اب تک نوبت نہیں آئی، ایک یہ کہ آپ کا حلم آپ کے غصہ پر غالب ہوگا، دوسری یہ کہ آپ ﷺ کے ساتھ کوئی جتنا بھی جہالت کا برتاؤ کرے گا اسی قدر آپ کا تحمل زیادہ ہوگا، میں ان علامتوں کے دیکھنے کا منتظر رہا، اور خدمت اقدس میں آمد ورفت بڑھاتا رہا، ایک دن آپ حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے، حضرت علیؓ آپ کے ساتھ تھے کہ بدوی جیسا ایک شخص آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میری قوم مسلمان ہو چکی ہے اور میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ مسلمان ہو جاؤ گے تو تم کو بھرپور رزق ملے گا اور اب حالت یہ ہے کہ قحط پڑ گیا ہے، مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ اسلام سے نکل نہ جائیں اگر رائے مبارک ہو تو ان کی کچھ اعانت فرمادیں، حضور ﷺ نے ایک شخص کی طرف دیکھا جو غالباً حضرت علیؓ تھے انھوں نے عرض کیا: حضور موجود تو کچھ نہیں رہا، زید جو اس وقت تک یہودی تھے، اس منظر کو دیکھ رہے تھے کہنے لگے کہ محمدؐ! اگر آپ ایسا کر سکیں کہ فلاں شخص کے باغ کی اتنی کھجوریں وقت معین پر دے دیں تو میں قیمت پیشگی دے دوں، اور وقت معین پر کھجوریں لے لوں گا، حضور ﷺ نے فرمایا: یہ تو نہیں البتہ اگر باغ کی تعیین نہ کرو تو میں معاملہ کر سکتا ہوں، میں نے اس کو قبول کر لیا اور کھجوروں کی قیمت اسی (۸۰) مثقال سونا دے دیا، آپؐ نے وہ سونا بدوی کو دے دیا اور فرمایا کہ انصاف کی رعایت رکھنا، زید کہتے ہیں کہ ابھی کھجوروں کی ادائیگی کے دو تین دن باقی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ جن میں ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ بھی تھے کسی جنازہ کی نماز سے فارغ ہو کر ایک دیوار کے قریب تشریف فرما تھے، میں آیا اور آپؐ کے کرتے اور چادر کے پلو کو پکڑ کر نہایت ترش روئی سے کہا کہ محمدؐ! آپ میرا قرضہ ادا

نہیں کرتے خدا کی قسم میں تم سب اولاد عبدالمطلب کو خوب جانتا ہوں کہ بڑے نادہندہ ہو، حضرت عمرؓ نے غصہ سے مجھے گھورا، اور کہا کہ اے خدا کے دشمن یہ کیا بک رہا ہے، خدا کی قسم اگر مجھے حضور ﷺ کا ڈر نہ ہوتا تو تیری گردن اڑا دیتا۔ لیکن حضور ﷺ نہایت سکون سے مجھے دیکھ رہے تھے، اور تبسم آمیز لہجہ میں حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ عمر! میں اور یہ ایک اور چیز کے زیادہ محتاج تھے وہ یہ کہ مجھے حق کے ادا کرنے میں خوبی برتنے کو کہتے اور اس کو مطالبہ کرنے میں، بہتر طریقہ کی نصیحت کرتے، جاؤ اس کا حق ادا کردو، اور جو تم نے اس کو ڈانٹا ہے اس کے بدلہ میں بیس (۲۰) صاع کھجوریں زیادہ دے دینا، حضرت عمرؓ مجھے لے گئے اور پورا مطالبہ اور بیس صاع کھجوریں زیادہ دیدیں، میں نے پوچھا کہ یہ بیس صاع کیسے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے، زید نے کہا کہ عمر تم مجھے پہچانتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں، میں نے کہا کہ میں زید بن سعنہ ہوں، حضرت عمر نے فرمایا: وہی جو یہود کا بہت بڑا عالم ہے، میں نے کہا ہاں میں وہی ہوں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اتنا بڑا آدمی ہو کر تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ کیسا برتاؤ کیا؟ میں نے کہا: علامات نبوت میں سے دو علامتیں ایسی رہ گئی تھیں جن کا مجھ کو اب تک تجربہ کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی، ایک یہ کہ آپ کا حلم آپؐ کے غصہ پر غالب ہوگا، دوسری یہ کہ ان کے ساتھ سخت جہالت کا برتاؤ ان کے حلم کو بڑھائے گا، اب ان دونوں کا بھی امتحان کرلیا، لہٰذا تم کو اپنے اسلام کا گواہ بناتا ہوں اور میرا آدھا مال امت محمدیہ پر صدقہ ہے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے، اور اسلام لائے، اور بہت سے غزوات میں شریک ہوئے، یہاں تک کہ غزوۂ تبوک میں شہید ہو کر اپنے رب سے جا ملے۔ (شرح شمائل، بحوالہ جمع الفوائد وجمع الوسائل)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم کے واقعات بے شمار ہیں صرف ایک اور واقعہ نقل کر کے اپنے سلسلہ کلام کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہوں:

فتوحات کا دور شروع ہو چکا ہے، بیت المال قائم ہے، ایک بدوی ایک موقع پر آیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک پکڑ کر اس زور سے کھینچی کہ گردن مبارک پر نشان پڑ گیا اور یہ کہا کہ میرے اونٹوں پر غلہ لدوا دو، تم اپنے یا اپنے باپ کے مال میں سے نہیں دیتے ہو، حضورؐ نے فرمایا: جب تک تو اس چادر کھینچنے کا بدلہ نہیں دے گا میں غلہ نہیں دوں گا، اس نے کہا خدا کہ قسم میں بدلہ نہیں دیتا، حضور ﷺ تبسم فرما رہے تھے اور اس کے اونٹوں پر غلہ لدوا دیا۔

یہی وہ نسبت محمدی اور وراثت نبوی ہے جو علماء ربانیین اور مشائخ واولیاء اللہ میں منتقل ہوتی ہے، جس کی طاقت سے یہ حضرات دل پر پتھر رکھ کر اپنا فریضہ انجام دیتے ہیں، کسی کی طعن وتشنیع حتی کہ بہتان تراشی کی بھی پروا نہیں کرتے، وہ برائی کا بدلہ بھی اچھائی ہی سے دیتے ہیں، اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کرتے ہیں، وہ زبان حال وقال دونوں سے اپنے رفقا اور معتقدین سے کہتے ہیں۔

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الی من أساء

برائی کا بدلہ برائی سے دینا تو بہت آسان ہے، مردانگی کی بات تو ہے کہ برائی اور بدسلوکی کرنے والوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرو، ملت اسلامیہ کے یہی وہ پیشوا ہیں جن سے اللہ تعالیٰ رہنمائی وقیادت کا کام لیتا ہے، اور دین وملت کی کھیتی ہری اور شاداب ہوتی رہتی ہے جس سے ہماری تاریخ بھری پڑی ہے، لہٰذا تمام کارکنان ورہبران ملت کو اسی روشنی میں ہمت وحوصلہ سے کام لینا چاہئے ورنہ ادارے، جماعتیں اور تحریکیں پانی کے بلبلے کی طرح اٹھتی ہیں اور پھٹتی رہتی ہیں، کوئی مؤثر ودیرپا کام نہیں انجام پاتا، کوئی بھی ادارہ خواہ کتنا ہی عظیم ہو جب ایسے رہبر اور حلم وضبط کے پیکر سربراہ سے محروم ہو جاتا ہے تو اس میں مضحکہ خیز ورسوا کن انتشار پیدا ہو جاتا ہے جس کی مثالیں برابر سامنے آتی رہتی ہیں، یہی وہ حکمت وراز ہے جس کی بنا پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں تم کو اللہ کے پاس وادب، سننے اور ماننے کی وصیت کرتا ہوں چاہے تمہارا امیر ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو"۔ (ابوداؤد وترمذی)

اس وقت امت مسلمہ جس نازک دور سے گزر رہی ہے اگر ہم اپنی انا اور جاہ پسندی کی پیاس کو بجھا کر اپنے پیشواؤں کی رہنمائی میں کام کریں گے، اتحاد ملت کو ہر چیز پر ترجیح دیں گے تبھی ملت کی کشتی موجودہ سازشوں اور مکر وفریب کے طوفان سے نکل کر ساحل مراد سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔

☆☆☆☆☆

غیر قوموں کی مشابہت

علامہ شبلی نعمانیؒ

ہماری قوم میں نئے علوم وفنون اور نئے تمدن وشائستگی کے نہ پھیلنے کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں کا اب تک خیال ہے کہ ہم کو غیر قوموں کا تشبہ شرعاً ناجائز ہے یہی وجہ ہے کہ اب تک قوم کے مقدس حضرات، یورپین علوم وفنون، یورپین زبان، یورپین تمدن، یورپین طرز معاشرت سے جہاں تک ہوسکتا ہے اجتناب کرتے ہیں، اور بضرورت کوئی بات اختیار کرنی پڑتی ہے تو ان کا دل ان کو ملامت کرتا رہتا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ اس قسم کی غلطیوں کے پیدا ہونے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ قدیم تعلیم میں تاریخ کا حصہ شامل نہ تھا، اور اس وجہ سے اکثر مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ اور صحابہؓ کے طرز معاشرت کے تفصیلی حالات سے بالکل آشنا نہیں، جس شخص نے سلف کی تاریخ سرسری نظر سے بھی پڑھی ہوگی، وہ اس بات سے کیونکر انکار کرسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ نے تمدن اور معاشرت کے متعلق غیر قوموں کی بہت سی باتیں پسند فرمائیں، شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں نہایت تفصیل کے ساتھ اصلاح رسومات پر ایک مضمون لکھا ہے، اس میں ایک موقع پر وہ تحریر فرماتے ہیں کہ انبیاء اور پیغمبروں کا یہ طریقہ تھا کہ کھانے، پینے، لباس، تعمیرات، آرائش، خرید وفروخت وغیرہ کے متعلق وہ ان معمولات پر نظر ڈالتے تھے جو ان کی قوم میں پہلے سے جاری تھے، اگر وہ معقول ہوتے تھے تو بحال خود رہنے دیتے تھے، اور جن باتوں میں کسی قسم کی برائی ہوتی تھی اس کی اصلاح کردیتے تھے۔

اس لیے شاہ صاحب نے دیت، خمس، قسامۃ وغیرہ کی نسبت لکھا ہے کہ یہ "قاعدے زمانہ جاہلیت میں جاری تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح رہنے دیئے" پھر فرماتے ہیں "وکان قبادو ابنہ نوشروان وضعا علیھم الخراج والعشر فجاء الشرع بنحو من ذلک" یعنی قباد اور اس کے بیٹے نوشیرواں نے لوگوں پر خراج اور عشر مقرر کیا تھا، پس شریعت بھی قریب قریب اسی کے مطابق آئی" شاہ صاحب نے تو چونکہ شریعت کا نام لیا، اس لیے قریب قریب کا لفظ لکھا، لیکن امام ابوجعفر طبری نے جو محدث اور مجتہد دونوں تھے، جہاں نوشیرواں کے قانون خراج وجزیہ کا ذکر کیا ہے، صاف یہ الفاظ لکھے ہیں:

"اقتدیٰ بھا عمر بن الخطاب، یعنی حضرت عمرؓ نے نوشیرواں کے ان قاعدوں کی اقتدا اور پیروی کی"۔

یہ مسلم ہے کہ نوشیرواں مذہباً مجوسی اور قوم کے لحاظ سے ایرانی تھا، پھر جب حضرت عمرؓ کو تمدن اور امور ملکی کے متعلق ایک مجوسی اور ایرانی کی اقتدا سے عار نہ تھا تو آج ہم لوگوں کو یورپ کی عمدہ باتوں کے اختیار کرنے میں کیا مضائقہ ہوسکتا ہے؟

یہ بحث کلی طور پر تھی، اب ہم اس آرٹکل میں ان باتوں کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھنا چاہتے ہیں، جو قرن اول میں دوسری قوموں سے لی گئیں، لیکن قبل اس کے ان حدیثوں سے تعرض کرنا ضروری ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری قوموں کی مشابہت سے منع فرماتے تھے، حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی پیغمبر یا بانی مذہب کسی نئے مذہب کی بنیاد ڈالتا ہے تو اس کو خواہ مخواہ بعض ایسی مخصوص علامتیں قائم کرنی پڑتی ہیں جو اس کے پیروؤں اور عام لوگوں میں امتیاز اور شناخت کا ذریعہ ہوں، اس قسم کی علامت کو "شعار" کہا جاتا ہے، اور اردو میں اس کا ترجمہ "وردی" یا "تمغہ" کیا جاسکتا ہے، بے شبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بعض چیزوں میں اس قسم کا امتیاز قائم کیا تھا، اور ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ان باتوں میں غیر مذہب والوں کی مشابہت نہ اختیار کرو، لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ دوسری قوموں اور دوسرے مذہب والوں کی ہر بات سے اجتناب کیا جائے، سخت غلطی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق عمل اور متعصب علماء کی نافہمی کی ایک عمدہ مثال یہ ہے کہ غزوۂ احزاب میں جب قریش نے بڑے سروسامان سے مسلمانوں پر چڑھائی کی، تو سلمان فارسیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ "ایران میں یہ دستور ہے کہ جب دشمن کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، تو خندق کھود کر پناہ لیتے

ہیں''۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مشورہ کے مطابق خندق تیار کرائی اور عربی زبان میں خندق کا لفظ اول اسی وقت استعمال ہوا''۔ ''خندق'' کا لفظ ''کندہ'' کا معرب ہے، جس کے معنی کھودے گئے کے ہیں، معرب کرنے کا عام قاعدہ ہے کہ اخیر کی ہائے ہوز کوق سے بدل دیتے ہیں جس طرح پیادہ سے بیدق، خورنگ سے خورنق، اسی طرح منجنیق اور بابہ جولڑائی کے آلات ہیں، عرب میں مستعمل نہ تھے، لیکن فارس اور یونان میں اس کا عام رواج تھا، سب سے پہلے طائف کے محاصرہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رومی نژاد صحابیؓ کے اشارہ سے اس کا استعمال کیا، ان واقعات کے مقابلہ میں ''جان نثاری'' فوج کا واقعہ خیال کرو۔

یہ سلطنت ترکی کی ایک مشہور فوج تھی، جس نے یورپ اور ایشیا میں بے شمار فتوحات حاصل کی تھیں، سلطان محمود کے زمانہ میں جب یورپ نے فنون جنگ اور فوجی قواعد میں نئے نئے قاعدے ایجاد کئے تو سلطان موصوف نے اپنی فوج کو بھی ان ہی اصول کے موافق مرتب کرنا چاہا، لیکن جاں نثاری فوج نے اس بنا پر انکار کیا کہ ہم کافروں کی تقلید نہیں کرتے، یہ انکار دراصل فوج کی طرف سے نہ تھا، بلکہ درپردہ شیخ الاسلام کی سازش تھی، اور وہ پیشوائے مذہب ہونے کے لحاظ سے اس تقلید کو ناجائز خیال کرتا تھا، سلطان محمود سمجھتا تھا کہ نئے اصول کے اختیار کئے بغیر یورپ کی ہمسری نہیں ہوسکتی، ادھر شیخ الاسلام اور فوج کو اپنے تعصب پر اصرار تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ فوج نے بغاوت کی اور کل کی کل لڑ کر تباہ ہوگئی، یہ اسی قسم کی غلطی ہے جو آج کل ہمارے علماء اور متعصب مسلمان کررہے ہیں، اور جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ عہدِ نبوت اور خلافت کے حالات سے بہت کم واقف ہیں، اور زیادہ سچ یہ ہے کہ بالکل واقف نہیں۔

اب ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ بتاتے ہیں کہ معاشرت اور تمدن کے متعلق کیا کیا باتیں غیر قوموں کی اختیار کی گئیں اور کب اور کس وقت اختیار کی گئیں، اسی حیثیت سے یہ آرٹکل ایک تاریخی آرٹکل ہوگا، اور عام ناظرین کو اس سے زیادہ دلچسپی ہوگی۔

لباس کے متعلق تو یہ ظاہر ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خاص لباس نہیں اختیار کیا تھا، بلکہ جاہلیت میں جو لباس مستعمل تھا وہی اسلام میں بھی باقی رہا، لیکن زیادہ تفتیش سے ثابت ہوتا ہے کہ مجوسیوں اور عیسائیوں کی بہت سی چیزیں اختیار کرلی گئی تھیں عرب میں پاجامہ کا مطلق وجود نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں اس کے لیے کوئی لفظ نہ تھا، عرب میں جب اس کا استعمال ہوا تو فارسی لفظ ''شلوار'' کو معرب کرکے ''سروال'' بنالیا اور وہی لفظ آج تک مستعمل ہے، حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اگرچہ قومی خصوصیت قائم رکھنے کے لحاظ سے لوگوں کو عرب کے قدیم لباس یعنی تہہ کا پابند رکھنا چاہا، چنانچہ عتبہ بن فرقد کو فرمان لکھا، اس میں صاف یہ الفاظ لکھے کہ ''پاجامہ پہننا چھوڑ دو'' لیکن قبول عام پر کس کا زور ہے؟ پاجامہ کا رواج ہوا، اور اس عمومیت کے ساتھ ہوا کہ تمام عرب میں تہہ کا نام بھی نہیں رہا، عینی شرح بخاری میں لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی پاجامہ پہنا تھا۔

برنس ایک قسم کی لمبی ٹوپی تھی، جس کو خاص عیسائی استعمال کرتے تھے، صحابہؓ میں سے اکثروں نے اس کا استعمال کیا اور خود حضرت عمر فاروقؓ اس کو استعمال کرتے تھے، رفتہ رفتہ جب تعصب کی ابتدا ہوئی تو لوگوں کو اس کے استعمال میں تامل ہوا لیکن بڑے بڑے ائمہ مذہب نے جواز کا فتویٰ دیا، عینی شرح بخاری میں ہے کہ امام مالک سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا برنس کا پہننا اس بنا پر مکروہ ہے کہ عیسائیوں کے لباس کے مشابہ ہے انہوں نے جواب دیا کہ نہیں یہاں (یعنی مدینہ میں) لوگ عموماً اسکو استعمال کرتے تھے۔

لباس کے سوا، معاشرت کی اور بہت سی چیزوں میں غیر قوموں کی تقلید کی گئی، عرب میں پہلے تابوت کا طریقہ نہیں تھا، حضرت زینبؓ کا جب انتقال ہوا تو حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا کہ ''جنازہ کے اٹھانے میں کافی پردہ پوشی نہیں ہوتی، کیا اس کی کوئی تدبیر نہیں ہوسکتی؟ اسماء بنت عمیسؓ بھی اس موقع پر تشریف رکھتی تھیں، انہوں نے کہا کہ ''میں نے حبش میں دیکھا کہ مردوں کے لیے تابوت بناتے ہیں، چنانچہ ان کی رائے کے مطابق تابوت تیار ہوا، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو بہت پسند فرمایا، اور اس وقت سے یہ طریقہ جاری ہوگیا، معاشرت کے متعلق غیر قوموں کی رسوم وعادات کے پھیلنے کا ایک بڑا سبب یہ ہوا کہ مسلمانوں نے روم وفارس کی فتوحات کے ساتھ عیسائیوں اور یہودیوں کے یہاں رشتے ناتے شروع کردیئے، مدائن کی فتح کے بعد سیکڑوں صحابہ نے عیسائی عورتوں کے ساتھ شادیاں کرلیں، حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے سپہ سالار کو خط لکھا، اور اپنی ناراضی کا اظہار کیا، انہوں نے جواب میں لکھا کہ آپ کا یہ حکم آپ کی ذاتی رائے ہے یا

منصب خلافت سے متعلق ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب لکھا کہ ''اس کو منصب خلافت سے کچھ تعلق نہیں، بلکہ میری ذاتی رائے ہے، اور اس بنا پر ہے کہ تم لوگ اپنی قوم کی عورتوں کو چھوڑ کر غیر قوموں کے نہ ہو رہو'' چونکہ اس وقت تمام مسلمانوں میں آزادی کا جوہر موجود تھا، لوگوں نے حضرت عمرؓ کی ذاتی رائے کی کچھ پروانہ کی، اور اپنے ارادوں پر قائم رہے، رفتہ رفتہ ہزاروں عیسائی اور یہودی عورتیں مسلمانوں کے نکاح میں آگئیں، اور قدرت کے قاعدہ کے مطابق، ان کی معاشرت اور رہنے سہنے کے طریقے مسلمانوں میں پھیل گئے، اگرچہ اس سے قومی خصوصیتوں کو کچھ نقصان پہونچا، لیکن بڑا فائدہ یہ ہوا کہ رات دن کے ملنے جلنے سے اسلام کے عقیدے ان کے دلوں میں جگہ پکڑتے گئے، اور ان میں سے سیکڑوں مسلمان ہوگئیں، بلکہ سچ پوچھئے تو غیر قوموں میں اسلام کے پھیلنے کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا۔

ملکی نظم ونسق اور طریقۂ جنگ تو گویا بالکل فارس اور یونان کے انداز پر قائم ہوا، حضرت عمرؓ نے خراج اور جزیہ کے متعلق جو قاعدے جاری کئے وہ بالکل نوشیرواں کے مرتب کردہ تھے، چنانچہ امام طبری اور ابن الاثیر وغیرہ نے صاف تصریح کی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ تک خزانہ اور دفتر کا بالکل وجود نہ تھا، فتوحات میں جو روپیہ آتا تھا وہ اسی وقت تقسیم کردیا جاتا تھا، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب روپیہ کی افراط ہوئی تو انہوں نے صحابہؓ کو جمع کرکے رائے لی کہ یہ زر کثیر کیا کیا جائے، بعض صحابہؓ جو رومیوں کے دفتر اور حساب کتاب کے طریقے دیکھ آئے تھے، انہوں نے کہا کہ ہم نے شام میں رومیوں کے یہاں دیکھا ہے کہ خزانہ اور فوج کا دفتر مرتب رہتا ہے، آج کل کا زمانہ ہوتا تو ہمارے علماء من تشبہ بقوم کا مسئلہ پیش کرتے، لیکن حضرت عمرؓ نے اسی وقت چند حساب داں اشخاص کو بلا کر دفتر کی تیاری کا حکم دیا۔

اسی طرح عدالتوں کا انتظام، پولیس کا محکمہ، صوبہ جات اور اضلاع کی تقسیم، پبلک ورک، ڈاک کا بندوبست وغیرہ وغیرہ یہ تمام انتظامات خود خلفائے راشدینؓ کے عہد میں قائم ہوئے اور ٹھیک عجم اور یونان کے نمونہ کے موافق قائم ہوئے، زمانہ بعد میں جب فلسفہ وغیرہ کی کتابوں کا ترجمہ ہوا، تو عربی زبان بالکل غیر قوموں کے علوم وفنون سے بھر گئی یہاں تک کہ خود مذہبی علوم بھی ان کے اثر سے نہ بچ سکے۔

یونانی علوم وفنون کی تقلید اور اتباع کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا کہ آج یونانی طب کو ہم مسلمانی طب سمجھتے ہیں، حدیث کی کتابوں میں اکثر امراض کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاج مذکور ہیں، یہاں تک کہ طب نبویؐ ایک مستقل مضمون بن گیا ہے، لیکن تمام اسلامی دنیا میں بیماریوں کا جو علاج کیا جاتا ہے وہ ارسطو اور بقراط کے قاعدہ کے مطابق کیا جاتا ہے، اور طب نبویؐ کا ذکر تک نہیں آتا، ایک طرف تو یہ بے تعصبی اور آزاد خیالی، ایک طرف یہ تعصب اور ضد کہ یورپ کی کسی بات پر عمل نہ کیا جائے، ورنہ غیر مذہب والوں کی مشابہت لازم آئے گی، اور ''من تشبہ بقوم'' کا مصداق بننا پڑے گا ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا

☆☆☆☆☆

لالۂ صحرا

یہ گنبدِ مینائی، یہ عالم تنہائی
مجھ کو تو ڈراتی ہے اس دشت کی پہنائی

بھٹکا ہوا راہی میں، بھٹکا ہوا راہی تو
منزل ہے کہاں تیری اے لالۂ صحرائی!

خالی ہے کلیموں سے یہ کوہ و کمر ورنہ
تو شعلۂ سینائی، میں شعلۂ سینائی

تو شاخ سے کیوں پھوٹا، میں شاخ سے کیوں ٹوٹا
اک جذبۂ پیدائی، اک لذت یکتائی

غوّاصِ محبت کا اللہ نگہبان ہو
ہر قطرۂ دریا میں، دریا کی ہے گہرائی

اس موج کے غم میں روتی ہے بھنور کی آنکھ
دریا سے اٹھی لیکن ساحل سے نہ ٹکرائی

ہے گرمی آدم سے ہنگامۂ عالم گرم
سورج بھی تماشائی، تارے بھی تماشائی

اے بادِ بیابانی مجھ کو بھی عنایت ہو
خاموشی و دل سوزی، سرمستی و رعنائی

علامہ اقبالؒ

محاسن اسلام

آخری قسط

اسلام میں آزادی ومساوات کا جامع تصور

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

امریکی معاشرے میں بگاڑ، گراوٹ اور مجرمانہ وفاسقانہ کردار اور حوادث کی ایک ذرا تفصیلی رپورٹ جو ۱۹۹۲ء اور اس سے قبل کے حالات کی ہے درج ذیل کی جاتی ہے:

☆ایک سروے کے مطابق ۱۹۸۷ء میں ایک کروڑ ۳۵ رلاکھ جرائم ہوئے، ۱۹۸۹ء میں مزید ۴۷ رلاکھ جرائم کا اضافہ ہوا۔

☆۱۹۶۰ء کے بعد امریکہ کی آبادی میں ۴۱ رفیصد اضافہ ہوا، لیکن جرائم میں ۵۶۰ رفیصد اضافہ ہوا، ناجائز بچوں کی پیدائش کی شرح ۴۱۹ رفیصد اور طلاق کی شرح ۳۰۰ رفیصد ہوگئی۔ (بحوالہ زوال اسٹریٹ جرنل ۱۳ راگست ۱۹۹۳ء، بحوالہ رسالہ المجتمع شمارہ ۸، ۱۱۔۱۹ ر۷ ر۱۹۹۴ء)

مزید سروے کے مطابق اعداد وشمار درج ذیل ہیں جو وہیں کے معتبر ذرائع سے لئے گئے ہیں:

☆امریکہ میں ہر سال پچاس ہزار انسان تشدد سے مرتے ہیں۔

☆بیس ہزار ایڈز سے مرتے ہیں۔

☆اٹھارہ ہزار شراب کے نشہ میں گاڑی چلانے سے۔

☆۴۴ رفیصد قتل نشہ کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

☆ہر سال ۹۸ رہزار امریکی بغیر کسی جنگ کے مارے جاتے ہیں۔

☆بارہ لاکھ بچے گھروں سے باہر زندگی گزارتے ہیں۔

☆ہر روز دوسو سے تین سو ٹیلی فون لڑکوں کے گھروں سے فرار کے متعلق آتے ہیں۔

☆دس لاکھ چالیس ہزار نوجوان ہر سال خودکشی کی کوشش کرتے ہیں۔

☆دس ہزار نوجوان (۱۲) سے (۱۷) سال تک کی عمر کے خودکشی کر لیتے ہیں۔

☆ہر سال ناجائز بچوں کی پیدائش بارہ لاکھ ہے۔ (یہ ۱۹۹۵ء کے اعداد وشمار ہیں، اس کے بعد جو اضافہ ہوا ہوگا وہ نئے جائزہ رپورٹوں سے معلوم ہوسکتا ہے)

☆(۱۵) سے (۱۹) سال تک کی لڑکیاں ۷۰ رفیصد سے ۹۰ رفیصد تک شادی سے پہلے جنسی عمل کا تجربہ کر چکی ہوتی ہیں۔

☆آٹھ لاکھ کم سن بچوں کو جنسی مقاصد کے لیے بدکاری کمپنیاں استعمال کرتی ہیں۔

☆ہر سال دس لاکھ غیر شادی شدہ لڑکیاں حاملہ ہوتی ہیں۔

☆صرف نیویارک میں چالیس ہزار کنواری لڑکیاں حاملہ ہوتی ہیں۔

☆۲۵ رفیصد شادی شدہ خواتین خودکشی کی کوشش کرتی ہیں۔

☆امریکہ میں مقتول خواتین میں ۲۰ رفیصد کو ان کے شوہر قتل کرتے ہیں۔

☆۳۵ رفیصد کم سن لڑکے اور ۴۵ رفیصد کم سن لڑکیاں جنسی درندگی کا شکار ہوتی ہیں، اس میں ۲۵ رفیصد واقعات کلیساؤں میں ہوتے ہیں۔ ان بچوں کی عمریں دوسال سے دس سال تک ہوتی ہیں۔ ایک بچہ پر کم از کم ۶۸ ربار یہ حادثہ گزرتا ہے، بالغ کے مقابلہ میں یہ تناسب ۳ رگنا ہے، بچوں کی پناہ گاہیں اور یتیم خانے اس درندگی کے خاص مراکز ہیں، ۲۵ رفیصد کم سن بچے، ۴۵ رفیصد کم بچیوں پر ان کے عزیز واقارب، باپ، بھائی گھروں میں جنسی حملے کرتے ہیں۔ امریکہ میں ایک تنظیم ہے جس کا مقصد رائے عامہ کو ہموار کرنا ہے کہ وہ کم سن بچے بچیوں کے ساتھ جنسی عمل کی آزادی اساتذہ اور مربیوں کو دیدے۔

☆امریکہ میں ایک لاکھ ۳۳ رہزار ایسے اسکول ہیں جہاں طلبہ اسلحہ لے کر جاتے ہیں۔

☆امریکی معاشرہ ایک کھلا معاشرہ ہے، صرف دس فیصد عصمت دری کے واقعات درج کرائے جاتے ہیں، اس کے باوجود ہر سال ایک لاکھ ۳۰ رہزار عورتوں کی عصمت دری کی جاتی ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "دو مہینے امریکہ میں" از: راقم)

شخصی آزادی کو انسانی اقدار کی قید سے آزاد کردینے کا جو نظام مغربی فکر وفلسفہ کے تحت اختیار کرلیا گیا ہے وہ اخلاقی انارکی اور بگاڑ کی اس حد تک پہونچ رہا ہے کہ کوئی بھی سنجیدہ اور متوازن ذہن کا شخص اس کے عیب کو کھلے طریقہ سے محسوس کرسکتا ہے، بچوں، بچیوں کے لیے بھی بڑوں جیسی آزادی مہیا کرنا، ماں باپ کا خود اپنی اولاد کو بار سمجھنے لگنا اور اس بار سے بچنے کے لیے شادی کے بندھنوں سے بھی آزاد ہوجانے کا رویہ جو ہم جنسی تک کو اختیار کرنے تک پہونچ گیا ہے اور وہ سوسائٹی کے معمولی افراد ہی میں نہیں بلکہ سوسائٹی کے اعلیٰ طبقے تک پہنچ چکا ہے اور بے شرمی کے ساتھ اس کی حمایت

کی جانے لگی ہے، آزادروی کا یہ حال جانوروں کے طریقہ زندگی سے مشابہت اختیار کرچکا ہے۔

لسان العصر حضرت اکبرالہ آبادی مرحوم نے اپنی حکمت وظرافت کی شاعری میں بہت پہلے ان خطرات کی طرف اشارہ کیا تھا اور چھوٹے چھوٹے فقروں میں وہ نکتے بیان کرتے جاتے تھے کہ دوسرے غور وفکر کے بعد سوچنے پر مجبور ہوں اور نصیحت حاصل کریں۔ مغربی تعلیم وتہذیب پر انہوں نے اس وقت تنقید کی تھی جب ہر طرف سے اسے داد مل رہی تھی اور جدید کی منفعت کو دیکھ کر اس کی مضرتوں سے لوگ چشم پوشی کررہے تھے، اکبر مرحوم نے کہا تھا۔

یہ موجودہ طریقے راہی ملک عدم ہوں گے
نئی تہذیب ہوگی اور نئے ساماں بہم ہوں گے
نہ خاتونوں میں رہ جائے گی پردہ کی پابندی
نہ گھونگھٹ اس طرح حاجب روئے صنم ہوں گے
خبر دیتی ہے تحریک ہوا تبدیل موسم کی
کھلیں گے اور بھی گل، زمزمے بلبل کے کم ہوں گے
عقائد پر قیامت آئے گی ترمیم ملت سے
نیا کعبہ بنے گا مغربی پتلے صنم ہوں گے
ہماری اصطلاحوں سے زباں ناآشنا ہوگی
لغات مغربی بازار کی بھاکا سے ضم ہوں گے
بدل جائے گا معیار شرافت چشم گردوں میں
زیادہ تھے جو اپنے زعم میں وہ سب سے کم ہوں گے
کسی کو اس تغیر کا نہ حس ہوگا نہ غم ہوگا
ہوئے جس ساز سے پیدا اسی کے زیر وبم ہوں گے
تمہیں اس انقلاب دہر کا کیا غم ہے اے اکبر
بہت نزدیک ہے وہ دن کہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

(اکبرنامہ: مصنفہ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)

اسلام نے انسان کو انسانی عزت وآزادی کا حقدار مانتے ہوئے اس کو حیا کا جو تصور دیا ہے اس کا ضمیر اس تصور کی مدد سے ہر اخلاقی برائی سے روک کا ذریعہ بنتا ہے، حتی کہ جہاں کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا وہاں بھی آدمی حیا کے خلاف عمل سے اپنے کو بچاتا ہے، عورت کو حیا کی جو تعلیم دی ہے وہ ہر جگہ اپنی بے قید آزادی کے ساتھ گھومنے سے اور اپنے بدن کو ہیجان پیدا کرنے والی نظروں سے بچاتی ہے، مغربی دنیا میں اس کے خلاف باقاعدہ مہم چلائی جارہی ہے۔

اسلام میں آزادی اور جمہوریت کا تصور انسانی واخلاقی قدروں کی پابندی کے ساتھ ہے، اسلام میں انسان کی آزادی نفس پرستی اور اقدار واخلاق کی خلاف ورزی کے ساتھ نہیں ہے جب وہ انسانی اقدار وحق پرستی کے حدود سے تجاوز کرے گی تو اس کی اجازت نہ ہوگی، اور جمہوریت بھی حق وانصاف وانسانی اقدار کی پابند ہوگی، اور یہی وہ حدود ہیں جو اسلام کے نظریہ آزادی وجمہوریت اور مغربی اقوام کے نظریہ آزادی وجمہوریت کو الگ الگ کرتے ہیں۔

یہ موجودہ دور کا عجیب المیہ ہے کہ ایک طرف تو انسان دماغی صلاحیتوں کے استعمال سے انتہائی مادی بلندیوں تک پہنچ رہا ہے اور حیرت ناک انکشافات اور اختراعات کررہا ہے، لیکن دوسری طرف انسانیت کی مستحکم قدروں کو خود پامال کررہا ہے کہ بعض وقت جانوروں کے کردار سے بھی نیچے پہونچ جاتا ہے، اس موقع پر ہندوستان کے دوسرے صدر جو بڑے مفکر اور فلسفی تھے ڈاکٹر رادھا کرشنن کا یہ جملہ ملاحظہ کیجئے، انہوں نے اپنے ایک مغربی دوست سے تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ "تم مادی ترقی کرکے ہوا میں پرندوں کی طرح اڑنے لگے، اور سمندر میں مچھلیوں کی طرح چلنے لگے لیکن زمین پر تم کو انسانوں جیسا چلنا نہیں آیا"۔

ہم مغربی تہذیب کے شرمناک واقعات، اعداد وشمار جب دیکھتے ہیں تو تعجب ہوتا ہے کہ دماغی لحاظ سے بلند مقام پر پہونچنے کے ساتھ انسانی اقدار وکردار میں یہ پستی کیسے جمع ہوگئی ہے، اس سلسلہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مغربی اقوام کا معاملہ مغربی اقوام جانیں، لیکن ہماری مشرقی سوسائٹی نے مغربی اقوام کی دماغی برتری کے سامنے جھکنے کے ساتھ ان کے انسانی اقدار وکردار کے معاملہ میں بھی ان کی پیروی بے محابا طریقہ سے شروع کردی ہے، یہ مسئلہ ہمارے لیے بڑی فکرمندی کا مسئلہ ہے کہ ہم اپنی ہی نسل کو کس طرح بیباک طریقۂ زندگی اور بے راہ روی سے بچائیں جس میں وہ مبتلا ہوتی جارہی ہے، یہ بات دراصل ہمارے تعلیمی وتربیتی نظام کو صحیح ڈھنگ سے اختیار کرنے اور انسانی معاشرہ کو انسانی سطح پر بھی معیاری معاشرہ بنانے کی ضرورت کا احساس کرنے کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے، جیسا کہ گذشتہ صدی کے تقریباً وسط تک مسلمانوں کے سمجھ دار اور اسلامی اقدار کے ماننے والوں میں عمل میں لایا جاتا تھا، کہ نئی نسل کی اخلاقی ذہن سازی کی تدبیریں شروع سے کی جاتی تھیں جس کے اثرات بھی ظاہر ہوتے تھے، اب ہم آنکھیں بند کرکے مغرب کی اخلاقی آزادانہ روش کو اس طرح درآمد کرنے لگے ہیں کہ جیسے وہ انسانی اخلاق وکردار کے لیے بھی معیار اعلیٰ ہیں، اور ہم ان کو اپنے دل ودماغ کے نہاں خانوں میں جگہ دے رہے ہیں، اگر یہی سلسلہ رہا تو اس کے جو نتائج اور اثرات ظاہر ہوسکتے ہیں اس کو روکنا قابل عمل نہ ہوسکے گا، کیونکہ دنیا میں رائج کئے جانے والے جمہوریت اور آزادی کے تصور کے اس دور میں ناقابل یقین سمجھا جانے لگا ہے کہ ہم تعلیم وتربیت کے وہ ذرائع اختیار کرسکتے ہیں جو ہمارے مشرقی اور اسلامی تشخص کو قائم رکھنے میں معاون ہوں۔

ہمارا مذہب اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے بلکہ اس کو ضروری قرار دیتا ہے اور سارے انسانوں کے سردار اور ہمارے رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر ہمارے سامنے اس کا واضح راستہ بھی متعین کر دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ:

"کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته والرجل راع (فی اهله) و(هو) مسئول عن رعیته، والمرأة راعیة فی بیته، ومسئولة عن رعیتها، والخادم راع فی مال سیده ومسئول عن رعیته، فکلکم راع ومسئول عن رعیته". (صحیح البخاری، کتاب الجمعه، باب الجمعه فی القریٰ والمدن، ومسلم فی الامارة باب فضیلة الأمیر العادل)

تم میں سے ہر ایک اپنے ماتحت کا سرپرست اور ذمہ دار ہے اور اس سے اپنے ماتحت کے متعلق جواب طلب کیا جائے گا کہ اس سے اس کی سرپرستی اور رہنمائی کا حق کہاں تک ادا کیا، اسی میں حاکم کی طرف سے اپنی رعیت کی سرپرستی اور باپ کی طرف سے اپنی اولاد اور گھر والوں کی سرپرستی اور ماں کی طرف سے اپنی اولاد اور گھر سے متعلق معاملات کی ذمہ داری کہ کیسے ان کے معاملات درجحانات کو صحیح رخ پر ڈالا جائے، اور ان کی تربیت ونشوونما کی فکر کی جائے۔

اس طرح کی فکر کرنا اور انجام دینا انسانی معاشرہ کی بڑی ضرورت ہے خاص طور پر ان کے لیے جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آخرت میں دنیا کے اعمال وکردار کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

امت محمدیہ کے افراد کو اس بڑی ذمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے، کہ ان کو صرف اپنے گھروں کے محدود دائرہ کے اندر رہتے ہوئے کام کا ذمہ دار بن کر نہیں رہنا ہے، بلکہ تعلیم وتربیت، ہدایت وتبلیغ اور اخلاقی نگرانی اور افکار ورجحانات پر نظر رکھنے، اور انسانوں کو انسان بنانے اور دنیا کے احتساب کی ذمہ داری بھی دی گئی ہے جسے ایک لفظ میں "احتساب کائنات" سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، امت محمدیہ کی اس ذمہ داری کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے بلیغ الفاظ میں بتاتے ہوئے اس طرح لکھا ہے کہ:

"امت اسلامیہ پر عالمی نگرانی، اخلاق ورجحانات، انفرادی وبین الاقوامی طرزِ عمل کے احتساب، انصاف کے قیام، شہادت حق، امر معروف ونہی منکر کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، اور اس کو قیامت کے دن اس ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی پر جواب دہ بنایا گیا ہے:۔

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ، وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا---اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ". (المائدہ:۸) (اے ایمان والو! اللہ کے لیے پوری پابندی کرنے والے اور عدل کے ساتھ شہادت دینے والے رہو اور کسی جماعت کی دشمنی تمہیں اس پر نہ آمادہ کرے کہ تم (اس کے ساتھ) انصاف ہی نہ کرو، انصاف کرتے رہو (کہ) وہ تقویٰ سے بہت قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ کو اس کی (پوری) خبر ہے کہ تم کیا کرتے ہو)

اور اس امت کو اپنے فرائض کی ادائیگی میں اس کوتاہی پر تنبیہ کی گئی ہے، جس کے نتیجے میں انسانیت مصیبت ومشکل میں پھنس سکتی ہے، اور روئے زمین پر فتنہ وفساد اور انارکی پھیل سکتی ہے، چنانچہ اس چھوٹے سے انسانی مجموعہ کو (جو مدینہ کی ابتدائی زندگی میں تھا، اور جس کی تعداد چند سو سے زائد نہیں تھی) مخاطب کرتے ہوئے اور اسے دعوت وعقیدہ کی بنیاد پر اسلامی اخوت قائم کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا گیا:۔

"اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَکُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ". (الانفال: ۷۳) (اگر یہ نہ کروگے تو زمین میں (بڑا) فتنہ اور فساد پھیل جائے گا)۔

پھر کیا آج کی ملت اسلامیہ اس کی مخاطب نہیں، جس سے معمورۂ عالم آباد ہے، اور جو بڑی بڑی حکومتیں اور افرادی طاقت رکھتی ہے؟ جب وہ اپنے قائدانہ وداعیانہ منصب ومقام کو خالی چھوڑ دے گی اور اپنی اجتماعی ذمہ داری (اخلاقی نگرانی اور رجحانات کے احتساب، مظلوم کی حمایت اور ظالم کی مذمت وسرزنش) سے منھ موڑ لے گی تو دنیا پر اس بڑی کوتاہی اور خطرناک غلطی کا کیسا اثر پڑے گا۔

قرآن اس امت کو اس کے داعیانہ وقائدانہ مقام، اصلاح کی ذمہ داری اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی مسئولیت کی یاد گذشتہ اقوام کا حوالہ دیتے ہوئے، اور اس کے شعور واحساس کو بیدار کرتے ہوئے دلاتا ہے:۔

"فَلَوْلَا کَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِکُمْ اُولُوْا بَقِیَّةٍ یَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِی الْاَرْضِ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّنْ اَنْجَیْنَا مِنْهُمْ، وَاتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِیْهِ وَکَانُوْا مُجْرِمِیْنَ". (ھود:۱۱۶) (پس کاش تمہارے پیشتر کی امتوں سے ایسے باشعور لوگ ہوتے جو منع کرتے ملک میں فساد (پھیلانے) سے بجز چند لوگوں کے جن کو ہم نے ان میں سے بچالیا تھا اور جو لوگ (اپنی جانوں

پر) ظلم کرنے والے تھے، وہ جس ناز ونعمت میں تھے، اسی کے پیچھے پڑے رہے اور (عادی) مجرم ہوگئے)"۔ (تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات، ص:۱۲۴، ۱۲۵)

علم وآگہی اور اس سلسلے میں عالمی ذمہ داری کے احساس کی اسلام نے جس طرح توجہ دلائی اور قرآن مجید نے جس اہمیت سے اس کا ذکر کیا اس کا اعتراف غیر مسلم مصنفین نے بھی کیا ہے اور مسلمانوں کے وہ مفکرین جنہوں نے اس صورت حال کو براہ راست دیکھا ہے ان میں شاعر مشرق علامہ اقبال سب سے زیادہ پیش پیش ہیں۔

انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ متوجہ کیا ہے وہ اپنی نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" صدر مجلس ابلیس کی زبان سے اس حقیقت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے وجود، ان کی بیداری اور ان کی عالمی فکر وشعور اور ذمہ داری سے ابلیسی نظام کو جو خطرہ لاحق ہے، ابلیس اس کو اپنے دوستوں سے کہتا ہے ۔

توڑ ڈالیں جس کی تکبیریں طلسم شش جہات
ہو نہ روشن اس خدا اندیش کی تاریک رات
تم اسے بیگانہ رکھو عالم کردار سے
تا بساط زندگی پر اس کے سب مُہرے ہوں مات
خیر اسی میں ہے قیامت تک رہے مومن غلام
چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہانِ بے ثبات
ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات

اس طرح مسلمانوں کو جو مکمل دین دیا گیا اور ان کے نبی آخر الزماں پر شریعت کو مکمل کیا گیا وہ انسان کو آزادی اور آپس کی برابری کی تلقین کے ساتھ خیر امت کا خطاب دے کر اچھے اخلاق وکردار اور آزادی کو انسانی اقدار کا پابند بھی کیا گیا جسکو مغربی تمدن نے نظر انداز کرتے ہوئے آزادی کو بے حیائی اور اخلاقی انارکی کے حوالہ کر دیا، اور پھر آزادی کے اپنے اس نقطۂ نظر سے مشرقی سوسائٹی کو برآمد کیا، ہماری مشرقی سوسائٹی کا فرض ہے کہ مغرب سے آئے ہوئے فکر وفلسفہ میں سے صرف اچھے پہلوؤں کو اختیار کرے اور برے پہلوؤں سے پوری طرح گریز واجتناب کرے اور یہ ذمہ داری سب سے زیادہ مسلمانوں کی ہے جو خیر امت کے لقب کے حامل ہیں۔

گزشتہ صدی کے وسط تک مسلمانوں کو اپنے دین اور اپنے ملی پیغام کی طرف توجہ دلانے کی جو کوششیں ہوئیں اور ان کو ان کا عزت وعظمت کا ماضی یاد دلانے کے لیے جو لکھا اور کیا جاتا رہا تھا اس کے یہ اثرات پڑتے تھے کہ مسلمانوں میں بیداری اور ملی احساس وشعور پیدا ہو رہا تھا، اب پھر مزید توجہ کے ساتھ اس کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے ان حالات کا چرچا کیا جائے جن میں انہوں نے دنیا کو اخلاق وانسانیت کا درس دیا، قوموں اور نسلوں کو حیوانی زندگی سے نکال کر انسانی زندگی میں داخل کیا، انہوں نے مصیبت زدہ دنیا کو مصیبت سے نکالا، غلاموں کو ان کی حقیر پوزیشن سے نکال کر دوستانہ ومساویانہ پوزیشن میں پہونچایا، عورت کو ساز وسامان کی حیثیت سے نکال کر کامل انسانی حقوق کی مستحق اور رفیقۂ حیات کا درجہ دیا، بچیوں کو عار وذلت کا سبب سمجھ کر زندہ دفن کر دینے سے بچا کر نعمت اور باعث اجر وترقی سمجھنے کا ذریعہ بنایا، انسان تو انسان ہے ہر ذی روح کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا سبق دیا، مساوات انسانی کا ایسا سبق دیا کہ دیکھنے والے دیکھ کر ششدر رہ گئے اور اس دین کی خوبی اور اس ملت کی عظمت کو مان گئے، چنانچہ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے اور پوری پوری قومیں مسلمان ہوگئیں۔

ایسی مثالیں بھی ہیں کہ مسلمان فوجوں نے ایک علاقہ کو فتح کیا، علاقے والوں نے مسلمانوں کے خلیفہ سے شکایت کی کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان اچانک حملہ نہیں کرتے، پہلے اپنی بات پیش کرتے ہیں، اس کے نہ ماننے کے بعد کہہ کر حملہ کرتے ہیں، اس فوج نے ایسا نہیں کیا، اس شکایت پر خلیفہ نے حکم دیا کہ مسلمان فوجیں مقبوضہ ملک چھوڑ دیں، واپس آجائیں، اور پہلے اپنی دعوت اور پیغام پیش کریں، اور صلح کے ذریعہ معاملہ کو انجام دینے کی کوشش کریں، اس میں ناکامی کے بعد حملہ کریں، چنانچہ مسلمان فوجوں نے مقبوضہ ملک چھوڑ دیا، اور اسلام کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا، اس کا نتیجہ ہوا کہ پورا ملک اتنا متاثر ہوا کہ خود سے مسلمان ہوگیا۔

اسلام نے انسان کی آزادی اور اس کو انسانی خوبیوں کا حامل بنانے کی کوشش اس زمانہ میں کی جب دنیا کے اس وقت کے تمدن کو مغربی ملکوں میں بڑے چھوٹے کا ظالمانہ فرق عام طور پر روا رکھا جاتا تھا اور اخلاقی آزادی کے افسوسناک واقعات کو بالکل برا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ (دیکھئے تاریخ اخلاق یورپ) اس کے مقابلے میں اسلام نے نیا پیغام دیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں اعلیٰ معیار بن کر سامنے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ذی حیات کے ساتھ حسن سلوک کی دعوت دی، اور سلوک کرنے میں اجر بتایا، یہاں تک کہ ایک پیاسے کتے کو پانی پلا دینے پر جنت میں جانے کی بشارت دی اور ایک بلی کو بھوکا رکھ کر مارے جانے پر آخرت کے عذاب کی خبر دی۔

غلاموں کے سلسلہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ طرز عمل اور تعلیمات بہت واضح ہیں، انتقال

کے وقت آپ نے جو وصیت فرمائی وہ یہ تھی "الصلاۃ وما ملکت ایمانکم" کہ اپنے رب کی عبادت کرتے رہو اور اپنے غلاموں کے ساتھ سلوک کرو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری لشکر جو رومانہ کیا اس کا سربراہ اپنے سابق غلام کے نوجوان لڑکے کو بنایا، لشکر جانے سے قبل آپ کی وفات ہوگئی، آپ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لشکر روانہ کرنا چاہا تو لوگوں نے کہا کہ اس لشکر میں بڑے بڑے عرب کے سردار ہیں، اگر اس نوجوان کے بجائے کسی بڑے سردار کو قائد بنا دیا جائے تو زیادہ مضبوط بات ہوگی، خلیفۃ المسلمین نے کہا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اسی کو قائم رکھا جائے گا، اور یہی نوجوان اور سابق غلام کے صاحبزادے ہی قیادت کریں گے، چنانچہ سب نے اطاعت کی اور انہی کی قیادت میں کام کیا اور کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

اسلام نے نظام جمہوریت کو انسان کی واقعی ضرورتوں کے ساتھ وابستہ کیا ہے، اس میں انسان کی دینی و دنیاوی ضرورتوں کا لحاظ رکھا ہے، مذہبی اقدار کی پابندی کے ساتھ ساتھ دنیاوی تقاضوں کا بھی خیال رکھا ہے، مذہبی معاملہ میں تو اس کی تاکید کی ہے اور معاشرہ میں جو بڑا ہے وہ اپنے چھوٹوں کو صحیح راہ پر گامزن کرنے کی پوری فکر رکھے، مثلاً نماز کے سلسلہ میں فرمایا کہ بچہ جب آٹھ سال کا ہوجائے تو اس کو نماز کی صرف تلقین کرو یعنی سختی اور سزا کے بغیر توجہ دلاؤ اور جب (۱۰) سال کا ہوجائے اور بات نہ مانے تو ضرورت پڑنے پر ضرب سے کام لو، اور ایک خاتون جن سے چوری کا جرم ہوگیا تھا، وہ اونچے گھرانے کی تھیں آپ کے پاس سفارش آئی کہ رعایت فرمائیں، آپ بہت ناراض ہوئے اور سفارش رد کردی اور دنیا کے معاملہ میں آپ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ آدمی کو کمانا چاہئے وہ دوسروں کا دست نگر نہ بنے چنانچہ ایک بھیک مانگنے والے کو بھیک دینے کے بجائے اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے، اس نے بتایا کہ ایک پیالہ ہے اور ایک چادر، فرمایا لے آؤ، آپ نے اس کا سامان دو درہم میں فروخت کیا، آپ نے ایک درہم اس کو دیا کہ اس سے کھانے کا انتظام کرو اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید وائی اور اس میں لکڑی کا دستہ اپنے ہاتھ سے لگا کر دیا کہ لکڑی کاٹ کے لاؤ اور فروخت کر کے اپنے معاش کا انتظام کرو۔ (سنن ابی داؤد، باب ماتجوز فیہ المسئلۃ، رقم:۱۶۴۱) آپ ایک طرف تو ضرورت مند کی طلب پر اس کی مدد کرتے تھے اور اس کی ترغیب بھی کرتے تھے، دوسری طرف آپ بھیک کے سلسلہ کو حسن تدبیر سے روکتے تھے۔

اسی طرح حج کے موقع پر ایک صحابی نے جو بیماری کے سبب اپنے انتقال کے قریب ہونے کا احساس ظاہر کرتے ہوئے پیش کش کی کہ اپنی پوری مالیت کو اسلام کے لیے وقف کردیں آپ نے فرمایا اتنا نہیں تو انہوں نے کہا کہ اچھا نصف کردیں، آپ نے فرمایا نصف بھی نہیں، پھر انہوں نے کہا کہ ایک تہائی تو فرمایا یہ بھی زیادہ ہے لیکن ہوسکتا ہے اور دیکھو تم اپنے بچوں کو محتاج چھوڑ جاؤ اس سے بہتر ہے کہ ان کے لیے کچھ کر کے جاؤ، یہ تھی اسلام کی وہ جامعیت جو دین و دنیا دونوں کے تقاضوں اور ضرورتوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھی۔

یہ واقعات اور اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں جو ہماری تاریخ میں دبے رہ گئے ہیں، انہیں دوسروں کے علم میں لانے کے لیے سامنے لانے کی ضرورت ہے، تاکہ غیر مسلم حضرات بھی جانیں اور انہیں معلوم ہو کہ اسلام اور مسلمانوں نے دنیا کو کیا کیا تحفے دیئے، اور انہیں یہ احساس ہو کہ ہم نے یہ غلطی سے سمجھ رکھا تھا کہ مسلمان ظلم کرتا ہے، دہشت پھیلاتا ہے، اگر کبھی کسی مسلمان سے ایسا ہوا بھی ہو تو یہ اس کا ذاتی فعل سمجھنا چاہئے، اس کا اسلام اور مسلمانوں سے تعلق نہیں، اسلام تو دین رحمت ہے اس کے نبی نبی رحمت ہیں، اسلام نے تو دوسرے کی خیر خواہی کی دعوت دی ہے، اور کسی کی بھی بدخواہی سے روکا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسلام اور مسلمانوں کے مخالفین اور حریفوں کے ذہن و فکر کو بدلنے کی کوشش کریں، غلط پروپیگنڈے کی حقیقت کھول دیں۔

آج جب کہ ساری دنیا میں مسلمانوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے، انہیں بدنام کیا جارہا ہے، ان پر الزامات تھوپے جارہے ہیں، جس کی وجہ سے ہر جگہ مسلمانوں کو سخت جدوجہد کرنا پڑ رہی ہے، اور ان کی اس جدوجہد کو ہر جگہ پوری طاقت سے دبایا جارہا ہے بلکہ بہت ظالمانہ طریقہ سے کچلا جارہا ہے، یورپ ہو یا ایشیا یا امریکہ ہر جگہ اسلام کا نام لینے والے مصیبت میں مبتلا کئے جارہے ہیں جیسے کہ کوئی خونخوار طاقت ابھرنے لگی ہو اور اس کو کچلنے کے لیے سب کے سب لگ جائیں، ضرورت ہے کہ اس مصیبت کے جتنے حصے کو ہم دعوت و وضاحت کے جائز و مؤثر طریقوں کے ذریعہ دور کرسکیں اس سے دور کریں اور جو ظلم صحیح واقفیت کے باوجود ہمارے ساتھ غیر منصفانہ برتا جائے تو ہم اس کا پوری طاقت اور ہمت سے مقابلہ کریں اور اپنی نئی نسلوں میں موجودہ خرابی پیدا کرنے والی تدابیر کے نتیجہ میں جو بگاڑ پیدا ہورہا ہے اس کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مناسب تدابیر اختیار کر کے درپیش خطرات سے بچائیں۔

☆☆☆☆☆

حکمت و موعظت

عصر حاضر میں اصلاح و تربیت کے نئے طریقے

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

عصر حاضر طویل مسافتوں کی دوری کم کرنے بلکہ اس کو ختم کرنے کی ٹکنالوجی سے مالا مال ہے۔ انٹرنیٹ نے اس میدان میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ اور چند لمحوں میں اس نے دنیا کے ایک حصہ کو دوسرے حصے سے جوڑ دینے کا راز بڑی خوبی کے ساتھ منکشف کردیا ہے، ای میل (E-mail) کے ذریعہ برق رفتاری کے ساتھ آپ کا پیغام دنیا کے جس گوشے میں چاہیں پہونچا دیتا ہے۔ اور تازہ ترین خبروں سے آپ بغیر کسی تاخیر اور دشواری کے باخبر ہو کر اپنی معلومات میں وقیع اضافہ کرسکتے ہیں۔

علم و سائنس کی ترقی کے اس دور میں زندگی کے ہر شعبہ میں تبدیلی ہوئی ہے۔ تعلیم و تربیت کے طریقے بدلے ہیں، زندگی کے آداب میں تبدیلیاں ہوئی ہیں، اور پرانے تصورات کی جگہ نئے تصورات نے لے لی ہے، دور سابق میں حقیقت پسندی کا رواج تھا، تکلف اور تصنع سے زندگی پاک تھی، رکھ رکھاؤ اور تعلقات میں اخلاص کی کارفرمائی تھی، اور ہر چیز میں سادگی کا وصف نمایاں ہوا کرتا تھا، مگر اس جدید زمانے میں جدیدیت ہر چیز پر غالب ہے، یہاں تک کہ اصلاح و تربیت کے طریقے بھی بدل گئے ہیں، اور انسانی مزاج کو مطمئن کرنے کے لئے وسائل کے استعمال کا طریقہ بھی تبدیل ہوگیا ہے۔ ہم دور سابق میں جس انداز سے اپنے چھوٹوں اور نوجوانوں کی اصلاح کرتے تھے، وہ انداز اب ناقابل برداشت سمجھا جاتا ہے، آپ اگر کسی معاملے میں اپنی اولاد کو تنبیہ کرنا چاہیں اور اس کے لئے سزا دینے کا وہی پرانا طریقہ اختیار کریں، تو نہ صرف یہ کہ اس کا الٹا اثر پڑے گا۔ بلکہ وہ طریقہ بغاوت کا راستہ ہموار کرے گا اور اس کی وجہ سے نت نئے مسائل اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اسلام نے جو نظام زندگی پیش کیا ہے، اس میں اصلاح و تربیت کا عنصر بہت نمایاں ہے، اور اس کے برتنے کا طریقہ بھی بہت واضح ہے، اور حالات کے مطابق اس کو اختیار کرنے اور زمانے کے رجحانات سے ہم آہنگ کرنے کی تعلیم بھی دی ہے، اس لئے اس میں کوئی تبدیلی ناممکن ہے، اس موقع پر حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت اور اپنے بیٹے کے ساتھ ان کی مربیانہ اور پدرانہ گفتگو اصلاح و تربیت کی راہ میں ہمارے لئے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے، انہوں نے سب سے پہلے اپنے بیٹے کو "یابنی" کہہ کر مخاطب کیا، اور یہ اسلوب ان کی پوری نصیحت پر حاوی رہا، اس طرز تخاطب میں بجائے خود ایک ایسی دل آویزی اور خیر خواہی کا انداز پوشیدہ ہے کہ اس کے بعد جو بات بھی کہی جائے گی وہ مخاطب کے نزدیک بڑا وزن رکھے گی، اور اس پر عمل کرنا وہ اپنے لئے باعث سعادت سمجھے گا۔

اسلامی تربیت کے اصول بہت مستحکم اور فطرت انسانی سے پوری طرح ہم آہنگ ہیں، اس لئے حالات کی رعایت کرتے ہوئے اصلاح و تربیت کے طریقے بدلتے رہتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی قوم کی ہر ممکن اصلاح کی کوشش کی، اور اخیر میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی اصلاح کے لئے ایسا طوفان آیا، جس میں سرکش قوم غرق ہوگئی، اور اہل ایمان کو بچانے کے لئے کشتی نوح کا انتظام فرمایا گیا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک والد کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ کسی طرح راضی نہیں ہوئے، اور ان کا انجام بھی برا ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وحی الٰہی کے مطابق فرعون کو راہ راست پر لانے کے لئے سارے طریقے اختیار کئے، مگر وہ اپنے آپ کو "انا ربکم الاعلیٰ" کہنے سے باز نہیں آیا، اور انجام کار غرق ہوگیا۔

ہر زمانے میں اہل دعوت و اصلاح نے حالات کے تقاضے کے مطابق تربیت کا فریضہ انجام دیا اور مزاجوں کو بدلنے کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کو گوارہ کیا، مگر ہدایت انہیں افراد کو ملی جنہوں نے غیر جانبدار ہو کر اپنے مستقبل کے تعمیر کی فکر میں حقیقت پسندی کا رویہ اپنایا، اور داعی و مصلح کی خیر خواہی کو ہر شبہ سے بالاتر تصور کیا۔

ہمارے اس موجودہ علمی اور صنعتی ترقی کے دور میں بھی اصلاح کے طریقے بدلے ہیں، اور سختی کے بجائے نرمی اور اظہار محبت و تعلق کا طریقہ زیادہ مقبول اور مؤثر ثابت ہورہا ہے۔ تعلیم و تربیت کا پھیلاؤ بھی ہوا ہے، لیکن حصول تعلیم میں سنجیدگی کا عام طور سے فقدان ہے، اس بنا پر صرف تعلیم میں ترقی اور اس کے اعلیٰ مدارج تک پہونچنے کے بعد بھی اصلاح و تربیت کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے، اور تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے بھی تربیتی کورس چلایا جاتا ہے، تاکہ علم کے مقصد کو پورا کرنے اور دوسروں کے لئے اس کو نافع بنانے کا مزاج پیدا کیا

جاسکے، اور ایک ایسا تعلیم یافتہ معاشرہ قائم ہو جہاں اخلاقی بیماروں کا کوئی گزر نہ ہو، جہاں برائیوں سے نفرت اور اچھائیوں کے پھیلانے کا رجحان پیدا ہو، اور نئی نسل اور آنے والی نسلوں کے سامنے ایک مثالی معاشرہ کا نمونہ خود بخود موجود ہو۔

سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ اصلاح وتربیت کی ذمہ داری کو ادا کرنے اور اس کی فکر رکھنے والے حضرات کی زندگی ہر اعتبار سے عملی نمونے کی زندگی ہو، اور وہ ہر جہت سے قابل تقلید سمجھے جائیں، ایسی صورت میں ان کی تربیت کا اثر گہرا اور ہمہ گیر ہوگا، اور ہر ماحول میں ان کا معتبر ہونا تسلیم کیا جائے گا، اور ان کی باتوں میں اثر ہوگا، اور ان کا عمل قابل تقلید سمجھا جائے گا۔

عصر حاضر میں ہماری مسلم نوجوان نسل کو بگاڑنے اور اس کو شریعت کے دھارے سے الگ کرنے کا عمل نہایت سنجیدگی اور منصوبہ بند طریقے سے جاری ہے، اس کام میں عالمی طاقتوں کا باہمی تعاون نہایت مخلصانہ انداز سے کارفرما ہے، اس مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے ہر طرح کے وسائل کا استعمال کیا جارہا ہے۔ خاص طور سے انٹرنیٹ کے لئے سائبر کیفے جابجا قائم کردئے گئے ہیں، جہاں نوجوان گھنٹوں بیٹھ کر فحش مناظر دیکھتے ہیں اور اس کے پس پردہ جنسی استحصال کا انتظام رہتا ہے۔ اسی طرح مختلف قسم کے کھیلوں کو مسلم معاشرہ میں رواج دینے کی بھرپور کوششیں ہورہی ہیں، اور اس کے ذریعہ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو اپنے روشن مستقبل کی تعمیر سے غافل کرکے زندگی کو مادہ پرستی اور بے حیائی کے سیلاب میں غرق کرنے کا عمل ہر سطح پر پوری تیز رفتاری کے ساتھ جاری ہے، مسلم عورتوں کے ذہن میں پردہ کی اہمیت نہ صرف ختم کی جارہی ہے، بلکہ ان کو آزادانہ طور پر مخلوط ماحول میں زندگی گزارنے کی ترغیب دی جارہی ہے، اور گھروں کے "جیل خانوں" سے آزاد ہونے کے لئے ان کو مختلف ذرائع سے تیار کیا جارہا ہے۔

آج کے اس ماحول میں اصلاح وتربیت کا کام بہت مشکل ہورہا ہے، لیکن اس سے زیادہ سخت اور دشوار گزار حالات میں اہل صلاح وتقویٰ نے اپنا تربیتی کردار ادا کیا ہے اور وہ اس میں کامیاب رہے، اس کے لئے نبوی مزاج اور قوت برداشت پیدا کرنے کی انتہائی ضرورت ہے، حکمت وموعظت کے پہلو کو زمانے کے تقاضوں کے مطابق اختیار کرنے اور گھر کے ماحول میں دینداری کی فضا قائم کرکے اور عورتوں کو ہر اعتبار سے تعلیم یافتہ بنانے کی سعی بلیغ کی جائے تاکہ ان کی زندگی پر دینداری کا رنگ غالب ہو، اور غلط رسم ورواج کی مخالفت کرکے شریعت کے احکام کی پابندی پر اصرار کریں۔

اصل مسئلہ گھر کے ماحول کو پاک صاف رکھنے کا ہے، آج ہمارے معاشرے میں اصلاح وتربیت کا اثر کیوں نہیں ہورہا ہے، اس کا بنیادی سبب والدین اور افراد خانہ ہوسکتے ہیں۔ ماں کی گود ایک عظیم تربیت گاہ ہے، اس تربیت گاہ میں نشوونما پانے والا بچہ اسی راستہ پر چلے گا جو اس کے لئے مقرر کیا جائے گا۔ بڑوں کی زندگی ہمیشہ چھوٹوں کے لئے نمونہ ہوتی ہے، اس لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمارے بڑے اپنی زندگی کو بطور نمونہ اپنے ماتحتوں کے سامنے پیش کریں، جب اصلاح وتربیت کے ذمہ دار سو فیصد کردار کا عملی نمونہ پیش کریں گے تو اس کے اثر کا تناسب دوسروں پر بہت کم ہوگا، لیکن اس کمی کی تلافی مستقبل میں بآسانی کی جاسکتی ہے۔

☆☆☆☆☆

شراب کہن پھر پلا ساقیا
وہی جام گردش میں لا ساقیا

مجھے عشق کے پَر لگا کر اُڑا
مری خاک جگنو بنا کر اُڑا

خرد کو غلامی سے آزاد کر
جوانوں کو پیروں کا استاد کر

ہری شاخِ ملت ترے نم سے ہے
نفس اس بدن میں ترے دَم سے ہے

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دل مرتضیٰؓ سوز صدیقؓ دے

جگر سے وہی تیر پھر پار کر
تمنا کو سینوں میں بیدار کر

ترے آسمانوں کے تاروں کی خیر
زمینوں کے شب زندہ داروں کی خیر

جوانوں کو سوز جگر بخش دے
مرا عشق، میری نظر بخش دے

مری ناؤ گرداب سے پار کر
یہ ثابت ہے تو اس کو سیار کر

بتا مجھ کو اَسرارِ مرگ و حیات
کہ تیری نگاہوں میں ہے کائنات

علامہ اقبالؒ

دعوت فکر وعمل

ملک وملت کے تئیں ہمارا فرض منصبی

.....مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

ہمارے ملک کے جو حالات اس وقت ہوگئے ہیں وہ کسی بھی شخص سے پوشیدہ نہیں ہیں جو ملک ایک مدت سے امن وامان کا گہوارہ تھا وہ فساد، انتشار اور نفرت کی آماجگاہ بن چکا ہے اور اب یہ حال ہوگیا ہے کہ کوئی بھی شخص اس بات کی ضمانت نہیں دے سکتا کہ اگر وہ گھر سے نکلتا ہے تو خیریت سے واپس بھی آسکتا ہے، جنگل میں وحشی درندوں کے درمیان تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے لیکن شہروں میں، آبادیوں میں اس کی جان ومال محفوظ رہے، اس کی کوئی ضمانت نہیں۔

ان حالات میں ہمارا کیا کردار ہونا چاہئے اور اس مشکل اور مسائل سے پُر دور سے کس طرح عہدہ برآ ہونا چاہئے یہ بہت غور وفکر کی بات ہے، جذبات سے الگ ہوکر وقتی جوش اور گرمی کو دماغ سے نکال کر اس سنگین صورت حال کی عقدہ کشائی کرنا ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قبل ہم کو دنیا کے دیگر ممالک کے حالات کا گہرا جائزہ لینا چاہئے۔ ان ممالک کے مسلمان جن مسائل اور حالات سے دوچار ہیں ان کو سامنے رکھنا چاہئے، قوموں کی زندگی میں ایک معمولی قدم بھی غیر معمولی اثر رکھتا ہے اور اس کے دوررس اور تاریخی اثرات ہوتے ہیں، وہ قوم ہرگز ترقی نہیں کرسکتی جو عقل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دے، اس سلسلہ میں ہمارے لئے روشن مثال خود ہمارے اسلاف کی ہے جنہوں نے اس سے بھی زیادہ مشکل حالات میں زندگی گذاری ہے۔ اور مصائب وتاریکیوں میں قندیل رہبانی بن کر نہ صرف خود کے لئے بلکہ دوسروں کے لئے بھی روشن مینار ثابت ہوئے ہیں۔

جس وقت ہندوستان میں شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ رونق افروز ہوئے پورا ہندوستان کفر وشرک کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا، انسانیت سسک رہی تھی، اور روشنی کی کوئی کرن دکھائی نہیں دیتی تھی، ایسے پُرآشوب دور میں حضرت خواجہ قدس سرہ دکھی انسانیت کے زخموں کا مرہم بن گئے، اور انہوں نے اپنی محبت وشفقت کا ایسا گھنیرا سایہ اس ملک پر ڈالا کہ تھکے ہارے مظلوم انسان اس ٹھنڈے سایہ تلے آگئے، انہوں نے نفرت کا جواب نفرت سے نہیں دیا بلکہ نفرت کا جواب محبت سے دیا، کانٹوں کے بدلہ پھول برسائے آخر نتیجہ یہ نکلا کہ تاریکیاں چھٹنے لگیں اور روشنی سے یہ علاقہ منور ہوگیا۔

اسلام اس ملک میں اس لئے نہیں آیا کہ چند لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں اور باقی محروم رہیں، اسلام تو اس لئے آیا تھا کہ اس ملک کا ہر باشندہ اس سے فیضاب ہو، اور کفر وشرک کی گندگی سے نکل کر اللہ وحدہ لاشریک کی غلامی میں آجائے، لیکن ہماری بداعمالیوں نے یہ دن دکھلائے کہ بجائے اس کے کہ اسلام کا پیغام ہر جگہ پہنچے ہم جو اسلام کے ماننے کا دعویٰ کرتے نہیں تھکتے ہیں خود اپنے خول میں سکڑتے چلے جارہے ہیں آخر اس کا انجام کیا ہوگا؟

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ سب سے بڑی ذمہ داری ہماری یہ ہے کہ ہم اس صورت حال کو بدلیں، اپنی زندگیوں کو بدلیں اور اس کو اسلام کے سانچہ میں ڈھال کر سراپا محبت بن جائیں۔ اور اسلام کا پیغام اس علاقہ میں بسنے والے ہر فرد کو پہنچائیں اور یہ ثابت کریں کہ اسلام ہی ایک ایسا تریاق ہے جو ہر قسم کے زہر کو ختم کرتا ہے اور اسی کے سایہ تلے انسانیت زندہ رہ سکتی ہے۔ رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ اگر ہم اس نمونے کو اپنے سامنے رکھ کر اپنی زندگی نہیں گزاریں گے تو چاہے ہم جتنے بڑے مظاہرے کریں، بند منائیں، جلوس نکالیں کامیابی ہم کو قطعی نہ ملے گی کیوں کہ مسلمان اسلام کی زنجیر سے بندھی ہوئی قوم ہے جس کا سرا نبی عربی سرور کائنات رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں میں ہے جو اس مبارک زنجیر سے منسلک رہے گا وہ کامیاب ہوگا اور جو اس زنجیر سے الگ ہوگا اور نیا راستہ اختیار کرے گا وہ رسوا اور برباد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدھی راہ پر چلنا نصیب فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

آداب زندگی

''احسان'' اور ہماری زندگی

مولانا محمد خالد غازی پوری ندوی

ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفیؒ زمانہ کی ان درخشاں شخصیتوں میں سے تھے جو عمر بھر شہرت، جاہ و منصب اور نام ونمود سے دامن بچا کر زندگی گذارتے ہیں، لیکن ان کی سیرت وکردار کی خوشبو خود بخود دلوں کو کھینچتی اور ماحول کو معطر کرتی ہے، وہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے تربیت یافتہ اور تصوف وسلوک میں ان کے خلیفہ مجاز تھے، چنانچہ لوگ اپنے اعمال واخلاق کی اصلاح کے لئے ان سے رجوع کرتے، اور ان کی ہدایات وارشادات سے فیض یاب ہوتے تھے، ایک مرتبہ ایک صاحب ڈاکٹر صاحبؒ کے پاس حاضر ہوئے اور اپنا حال بیان کرتے ہوئے کہنے لگے کہ الحمدللہ! مجھے احسان کا درجہ حاصل ہوگیا ہے، (''احسان'' ایک اصطلاح ہے، جس کی تشریح حدیث جبرئیل میں یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس دھیان کے ساتھ کی جائے جیسے عبادت کرنے والا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، یا کم از کم اس دھیان کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہے ہیں) ان صاحب کا مطلب یہ تھا کہ عبادت کی ادائیگی کے دوران بحمد اللہ مجھے یہ دھیان حاصل ہوگیا ہے، جسے حدیث کی اصطلاح میں ''احسان'' کہا جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے جواب میں انہیں مبارکباد دی، اور فرمایا کہ ''احسان'' واقعی بڑی نعمت ہے، جس کے حاصل ہونے پر شکر ادا کرنا چاہئے، لیکن میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ احسان کا یہ درجہ صرف نماز ہی میں حاصل ہوا ہے یا جب آپ اپنی بیوی بچوں سے یا دوست احباب سے کوئی معاملہ کرتے ہیں اس وقت بھی یہ دھیان باقی رہتا ہے؟ اس پر وہ صاحب کہنے لگے کہ ہم نے تو یہی سنا تھا کہ احسان کا تعلق نماز اور دوسری عبادتوں کے ساتھ ہے، لہٰذا میں نے تو اس کی مشق نماز ہی میں کی ہے، اور بفضلہٖ تعالیٰ نماز کی حد تک یہ مشق کامیاب رہی ہے۔ لیکن نماز سے باہر زندگی کے عام معاملات میں کبھی احسان کی مشق کا خیال ہی نہیں آیا، ڈاکٹر صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے اسی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے آپ سے یہ سوال کیا تھا، بے شک نماز اور دوسری عبادتوں میں یہ دھیان مطلوب ہے، کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن اس دھیان کی ضرورت صرف نماز ہی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ زندگی کے ہر کام میں اس کی ضرورت ہے، انسان کو لوگوں کے ساتھ زندگی گذارتے اور ان کے ساتھ مختلف معاملات انجام دیتے ہوئے بھی یہ دھیان رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں، خاص طور پر میاں بیوی کا تعلق ایسا ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے دم دم اور لحہ لحہ کے ساتھی ہوتے ہیں، اور ان کی رفاقت میں بے شمار انار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں، بہت سی ناگواریاں بھی پیش آتی ہیں، اور ایسے مواقع بھی آتے ہیں جب انسان کا نفس اسے ان ناگواریوں کے جواب میں ناانصافیوں پر ابھارتا ہے، ایسے موقع پر اس دھیان کی ضرورت کہیں زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں، اگر یہ احساس ایسے وقت دل میں جاگزیں نہ ہو تو عموماً اس کا نتیجہ ناانصافی اور حق تلفی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

اس کے بعد ڈاکٹر صاحبؒ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ آپ نے تمام عمر کبھی اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ طبعی غصے اور ڈانٹ ڈپٹ کا معاملہ نہیں فرمایا، اور اس سنت پر عمل کرنے کے لیے میں نے بھی یہ مشق کی ہے کہ میں اپنے گھر والوں پر غصہ نہ اتاروں، چنانچہ میں اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر کہتا ہوں کہ آج مجھے اہلیہ کے ساتھ رفاقت کو (۵۱) اکیاون سال ہو چکے ہیں۔ لیکن اس عرصے میں الحمدللہ میں نے کبھی ان سے لہجہ بدل کر بھی بات نہیں کی۔ بعد میں ایک مرتبہ کسی موقع ڈاکٹر صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ نے از خود حضرت کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ تمام عمر مجھے یاد نہیں ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے ناگواری کے لہجے میں بات کی ہو، اور نہ کبھی مجھے یہ یاد ہے کہ انہوں نے مجھ سے براہ راست اپنا کوئی کام کرنے کو کہا ہو، میں خود ہی اپنے شوق سے ان کے کام کرنے کی کوشش کرتی تھی، لیکن مجھ سے حکماً وہ نہیں کہتے تھے۔

ڈاکٹر صاحبؒ کی مذکورہ باتیں یہ بتا رہی ہیں کہ پرمسرت اور خوشگوار ازدواجی زندگی گزارنے کے لئے تقویٰ ضروری ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کا یہ عمل (جو ہوا میں اڑنے اور پانی پر چلنے کی کرامتوں سے ہزار درجہ اونچے درجے کی کرامت ہے) درحقیقت اسی تقویٰ کا نتیجہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی عملی تصویر تھا کہ: ''تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لئے بہتر ہوں''۔

بے شک قرآن کریم نے مردوں کو عورتوں پر

قوام (نگراں) قرار دیا ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات اور اپنے عمل سے یہ بات واضح فرمادی ہے کہ نگراں ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرد ہر وقت عورتوں پر حکم چلایا کرے، بیوی کے ساتھ خادمہ جیسا معاملہ کرے، یا اسے اپنی آمریت کے شکنجے میں کس کر رکھے، حقیقت یہ ہے کہ خود قرآن کریم نے ہی ایک دوسری جگہ میاں بیوی کے رشتے کو مودت (دوستی) اور رحمت سے تعبیر کیا ہے۔

قرآن مجید کی ایک آیت میں شوہر کے لئے بیوی کو سکون کا ذریعہ قرار دیا ہے (الروم: ۲۱) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان اصل رشتہ دوستی اور محبت کا ہے، اور دونوں ایک دوسرے کے لئے سکون اور راحت کا ذریعہ ہیں، لیکن اسلام ہی کی ایک تعلیم یہ ہے کہ جب کبھی کوئی اجتماعی کام کیا جائے تو لوگوں کو چاہئے کہ وہ کسی کو اپنا امیر بنالیں تاکہ کام نظم وضبط کے ساتھ انجام پائے، یہاں تک کہ اگر دو شخص کسی سفر پر جارہے ہوں تب بھی مستحسن یہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنالیں خواہ دونوں آپس میں دوست ہی کیوں نہ ہوں، اب جس شخص کو بھی امیر بنایا جائے وہ ہر وقت دوسرے پر حکم چلانے کے لئے نہیں بلکہ سفر کے معاملات کی ذمہ داری اٹھانے کے لے امیر بنایا گیا ہے، اس کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھی یا ساتھیوں کی خبر گیری کرے، سفر کا ایسا انتظام کرے جو سب کی راحت و آرام کے لئے ضروری ہو، اور جب وہ یہ فرائض انجام دے تو دوسروں کا کام یہ ہے کہ وہ ان امور میں اس کی اطاعت اور اس کا تعاون کریں۔

جب اسلام نے ایک معمولی سے سفر کے لئے بھی یہ تعلیم دی ہے تو زندگی کا طویل سفر اس تعلیم سے کیسے خالی رہ سکتا تھا؟ لہٰذا جب میاں بیوی زندگی کا مشترک سفر شروع کررہے ہوں تو ان میں سے شوہر کو اس سفر کا امیر یا نگراں بنایا گیا ہے، کیونکہ اس سفر کی ذمہ داریاں اٹھانے کے لئے جو جسمانی قوت اور جو دیگر صفات درکار ہیں وہ قدرتی طور پر مرد میں زیادہ ودیعت کی گئی ہیں، لیکن اس انتظام سے یہ حقیقت ماند نہیں پڑتی کہ دونوں کے درمیان اصل تعلق دوستی، محبت اور رحمت کا ہے، اور ان میں سے کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ دوسرے کے ساتھ ایک نوکر کا سا معاملہ کرے، یا شوہر اپنے امارت کے منصب کی بنیاد پر یہ سمجھے کہ بیوی اس کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے پیدا ہوئی ہے یا اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیوی سے اپنی ہر جائز، ناجائز خواہش کی تکمیل کرائے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو جو قوت اور جو صفات عطا کی ہیں ان کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اپنے اس منصب کو جائز حدود میں رہتے ہوئے بیوی کی دلداری میں استعمال کرے اور اس کی جائز خواہشات کو حتی الامکان پورا کرے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بیوی کو جو مقام بخشا ہے اور اسے جو حقوق عطا کئے ہیں ان کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی خداداد صلاحیتیں اپنے شریک زندگی کے ساتھ تعاون اور اسے خوش رکھنے میں صرف کرے، اگر دونوں یہ کام کرلیں تو نہ صرف یہ کہ گھر دونوں کے لئے دنیوی جنت بن جاتا ہے بلکہ ان کا یہ طرز عمل مستقل عبادت کے حکم میں ہے جو آخرت کی نجات کا وسیلہ بھی ہے، اسی لئے نکاح کے خطبہ میں تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے اور اسی لئے ڈاکٹر صاحبؒ نے فرمایا کہ احسان کا موقع صرف نماز ہی نہیں بلکہ میاں بیوی کے تعلقات بھی ہیں۔

قرآن کریم کی بے شمار آیات میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے خطبہ کے لئے خاص طور پر انہی تین آیات کا جو انتخاب فرمایا یقیناً اس میں کوئی بڑی مصلحت ہوگی، غور کیا جائے تو ان تینوں آیتوں میں جو بات مشترک طور پر کہی گئی ہے، وہ تقویٰ کا حکم ہے، تینوں آیتیں اسی حکم سے شروع ہورہی ہیں، کہ تقویٰ اختیار کرو، کوئی نادان یہ کہہ سکتا ہے کہ تقویٰ کا شادی بیاہ سے کیا جوڑ؟ لیکن جو شخص حالات کے نشیب وفراز اور میاں بیوی کے تعلقات کی نزاکتوں کو جانتا ہے، اور جسے ازدواجی الجھنوں کی تہہ تک پہنچنے کا تجربہ ہے وہ اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میاں بیوی کے خوشگوار تعلقات اور ایک دوسرے کے حقوق کی ٹھیک ٹھیک ادائیگی کے لئے تقویٰ ایک لازمی شرط ہے۔

میاں بیوی کا رشتہ نازک ہوتا ہے، ان دونوں کے سینے میں چھپے ہوئے جذبات اور ان کی حقیقی سرشت وفطرت ایک دوسرے کے سامنے اتنی کھل کر آتی ہے کہ کسی اور کے سامنے اتنی کھل کر نہیں آسکتی، دوسروں کے سامنے ایک شخص اپنی بدطینتی کو ظاہری مسکراہٹوں کے پردے میں چھپا سکتا ہے، اپنے اندر کے انسان پر خوبصورت الفاظ اور مصنوعی خوش اخلاقی کا ملمع چڑھا سکتا ہے، لیکن بیوی کے ساتھ اپنے شب وروز کے معاملات میں وہ یہ ملمع باقی نہیں رکھ سکتا، اسے اپنی ظاہرداری کے خول سے کبھی نہ کبھی باہر نکلنا ہی پڑتا ہے، اور اگر اندر کا یہ انسان تقویٰ سے آراستہ نہ ہو تو اپنے شریک زندگی کا جینا دوبھر کردیتا ہے۔

ایک بیوی کو اپنے شوہر سے جو تکلیفیں پہنچتی ہیں ان کا ازالہ ہمیشہ عدالت کے ذریعہ نہیں ہوسکتا، ان میں سے بے شمار تکلیفیں ایسی ہیں جو وہ عدالت تو کجا اپنے کسی قریبی رشتہ دار کے سامنے بھی بیان نہیں کرسکتی، اسی طرح ایک شوہر کو بیوی سے جو شکایتیں ہوسکتی ہیں بسا اوقات شوہر کے پاس ان کا کوئی حل نہیں ہوتا، نہ وہ کسی اور کے ذریعہ وہ انہیں دور کرنے

کا کوئی سامان کرسکتا ہے، اس قسم کی تکلیفوں اور شکایتوں کا کوئی علاج دنیا کی کوئی طاقت فراہم نہیں کرسکتی، ان کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ دونوں کے دل میں تقویٰ ہو، یعنی وہ اس احساس کی دولت سے مالا مال ہوں کہ وہ ایک دوسرے کے لئے امانت ہیں، اور اس امانت کی جواب دہی انہیں اپنے اللہ کے سامنے کرنی ہے، اپنے شریک زندگی کو اپنے کسی طرز عمل سے ستا کر وہ شاید دنیا کی جواب دہی سے بچ جائیں۔ لیکن ایک دن آئے گا جب وہ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے، اور انہیں اپنی ایک ایک حق تلفی کا بھگتان بھگتنا پڑے گا، اسی احساس کا نام تقویٰ ہے، اور یہی وہ چیز ہے جو انسان کے دل پر ان تنہائیوں میں بھی پہرہ بٹھاتی ہے، جہاں اسے کوئی اور دیکھنے والا نہیں ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ جب دو مرد و عورت زندگی کے سفر میں ایک دوسرے کے ساتھی بنیں تو وہ روانہ ہونے سے پہلے اپنے دلوں پر یہ غیبی پہرہ بٹھالیں تاکہ ان کی دوستی پائیدار ہو، اور ان کے دل میں ایک دوسرے کی محبت محض وقتی خواہش نفسانی کی پیداوار نہ ہو جو نئی نویلی زندگی کا جوش ٹھنڈا ہونے کے بعد فنا ہو جائے بلکہ وہ تقویٰ کے سایہ میں پلی ہوئی پائیدار محبت ہو جو خود غرضی سے پاک اور ایثار، وفا اور خیر خواہی کے سدا بہار جذبات سے مزین ہوتی ہے، اور جسم سے گذر کر واقعی قلب و روح کی گہرائیوں تک سرایت کر جاتی ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے خطبہ میں ان تین آیات کا انتخاب فرمایا جن میں سے ہر آیت تقویٰ کے حکم سے شروع ہو رہی ہے، اور وہی اس کا بنیادی پیغام ہے۔

☆☆☆☆☆

اولیاء اللہ کا خوف

ملا جیونؒ رحمۃ اللہ علیہ جو سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں، ان کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ شاہزادے کو فکر ہوئی کہ میں ریشم کا لباس پہنوں۔ یاد رکھو! کہ جو چیز مردوں پر حرام کی گئی ہے وہ چیز چھوٹے بچوں کے لئے بھی حرام ہے اور جو چیز عورتوں کے لئے ناجائز ہے وہ چھوٹی بچیوں کے لئے بھی ناجائز ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تو بچے ہیں ان کو کیا؟ چلو تماشا دکھالاؤ، ان کو ریشمی لباس پہنا دو۔ اور یہ نہیں جانتے کہ وہ تو بچے ہیں نابالغ ہیں ان کو گناہ نہ ہو، نہ سہی لیکن آپ تو مکلف ہیں، آپ مجرم بن رہے ہیں۔ خالص ریشم بچوں کے لئے بھی حرام ہے اور مردوں کے لئے بھی حرام ہے۔ دنیا میں جو خالص ریشم پہنے گا اس کو جنت میں ریشم کا لباس نہیں ملے گا، یہاں پہنتے ہو تو پہن لو وہاں محروم ہو جاؤ گے۔ بہر کیف شاہ زادے کو ریشمی کپڑا پہننے کا خیال پیدا ہوا تو دربار میں جو مولوی لوگ ملازم تھے ان سے شاہزادے نے جواز کا فتویٰ چاہا تو ان لوگوں نے کہہ دیا کہ ہاں! بادشاہ کے لئے جائز ہے پہن سکتے ہیں، اور ادھر ادھر کر کے بات بنادی مگر شاہزادہ نے کہا کہ جب تک ملا جیونؒ اس فتوے پر دستخط نہیں کریں گے میں ریشم استعمال نہیں کروں گا۔

ملا جیونؒ کے پاس جب فتویٰ کو لے گئے تو انہوں نے کہہ دیا "مفتی و مستفتی ہر دو کافر اند" فتویٰ دینے والے اور فتویٰ پوچھنے والے دونوں مجرم ہیں، اور دونوں کافر ہو گئے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو حرام فرمادیں اس کو حلال قرار دینا صریح جرم ہے، اور کھلا ہوا کفر ہے۔ اب کیا تھا لوگوں نے جا کر دربار میں شکایت پہنچادی کہ ملا جیون نے تو ایسی سخت بات کہہ دی۔ بس کیا تھا جلاّد مقرر کر دیئے گئے اور بادشاہ نے حکم دے دیا کہ ملا جیون کا سر قلم کر لیا جائے۔

اب ذرا علماء ربانی کا حال سنئے۔ یہاں تو جلاد تعینات کر دیئے گئے اور وہاں ملا جیونؒ سے لوگوں نے جا کر کہا کہ حضرت آپ کے قتل کے لئے جلاد مقرر کر دیئے گئے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ میں نے کیا جرم کیا ہے؟ کیا یہی جرم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کر دی اور آپ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال قرار دینے سے منع کر دیا؟ اچھا تو لاؤ میں بھی وضو کر کے تیار ہو جاؤں اور اسی کیفیت میں وضو کرنا شروع کر دیا۔ لوگ دوڑے ہوئے دربار میں پہنچے اور کہا کہ ملا جیون کو جوش آگیا، اور آپ کے مقابلہ کے لئے وضو کر کے تیار ہو رہے ہیں، اب خیر نہیں ہے۔ یہ سن کر بادشاہ پر لرزہ طاری ہو گیا اور آکر معذرت کی۔

آپ جانتے ہیں کہ بادشاہ کیوں ڈر گیا؟ وہ سمجھ گیا کہ ملا جیون اللہ کے ولی ہیں، ان کی خفگی میں ہماری خیر نہیں، کیوں کہ اللہ کے ولیوں کو جو ستاتا ہے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ اس سے خود انتقام لیں گے۔ حدیث قدسی ہے: "من عادیٰ لی ولیاً فقد آذنتہ بالحرب" یعنی جو میرے ولی سے عداوت رکھے اس سے میں اعلان جنگ کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائے، عالم ربانی کا یہی مقام ہے کہ اس کی زبان پر ہمیشہ قول حق ہی رہتا ہے۔

قول جو حق تھا وہی لب پر رہا
حلق میرا گو تہِ خنجر رہا

(ادارہ)

غلام و خادم کے حقوق

.....خالد فیصل ندوی

دین اسلام حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا آخری، جامع اور مکمل ترین دین ہے، اس کی امتیازی اور مثالی تعلیمات میں تمام انسان خواہ وہ انسان بڑا ہو یا چھوٹا، امیر ہو یا غریب، آزاد ہو یا غلام، مالک ہو یا نوکر اور حاکم ہو یا محکوم سبھوں کے لئے جاوداں پیغامات ہیں، ان میں اہم پیغام یہ ہے کہ تمام انسان خواہ وہ کسی بھی قوم و نسل کے ہوں، یا کسی بھی ملک و قبیلہ کے ہوں، یا کسی بھی رنگ و روپ کے ہوں یا کسی بھی لہجہ و زبان کے بولنے والے ہوں، یا کسی بھی عہدہ و منصب پر فائز ہوں اور یا کوئی بھی حرفت و پیشہ اختیار کرنے والے ہوں، سب کے سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں چنانچہ ارشاد الٰہی ہے کہ "-اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے تمہیں ایک جان (حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا، اور اس جان سے اس کی بیوی (حضرت حواء علیہا السلام کو پیدا فرمایا، پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (پوری دنیا میں) پھیلا دی -" سورہ نساء/۱) اور ایک حدیث پاک میں ہے کہ "ساری مخلوق اللہ کی عیال (کے مانند) ہیں-" (بیہقی)۔

اسی طرح اس عالمی دین کا دوسرا اہم پیغام یہ ہے کہ تمام انسان ایک ماں باپ (حضرت آدم و حواء علیہما السلام کی اولاد ہیں، عزت و احترام میں سب یکساں اور برابر ہیں، ان کے درمیان کسی بھی قسم کی اونچ نیچ ہرگز ہرگز نہیں ہے بلکہ اسلام کے نزدیک فضیلت کا معیار ایمان، عمل صالح اور پاکیزہ اخلاق و کردار والی زندگی ہے، لیکن نظام تکوینی کی بنیاد پر دنیا میں ہمیشہ اور ہر جگہ مال و دولت، جاہ و منصب، عقل و شعور، علم و فہم اور کام و پیشہ کے اعتبار سے لوگوں کے مختلف طبقات پائے جاتے رہے ہیں، یہ طبقات صرف انسانی ضروریات کی تکمیل کی حد تک مفید ہیں لیکن کسی بھی صورت میں یہ فخر و مباہات اور فرق و امتیازات کا باعث نہیں ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پائی جانے والی اس طبقاتی کشمکش (اونچ نیچ) کی بڑے بلیغ انداز میں حکیمانہ تردید فرمائی ہے کہ-" کیا یہ لوگ آپؐ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں، دنیاوی زندگی میں تو ان کو روزی ہم نے تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے ایک کو دوسرے پر بلند کیا ہے تاکہ ایک (انسان) دوسرے سے کام لیتا رہے اور عالم کا انتظام بحسن و خوبی قائم رہے)-" (زخرف/۳۲) اللہ تعالیٰ کی اسی حکمت بالغہ کی بناء پر دین رحمت "اسلام" نے اپنی دائمی و ابدی تعلیمات میں انسانی مساوات کا زریں پیغام دیا ہے اور نسل، رنگ اور زبان کے تمام فرق و امتیاز کو بالکل مٹا ڈالا ہے، اسی کا ثمرہ ہے کہ خیر القرون سے لے کر آج تک دنیا کے کاموں میں مسلمان گرچہ مختلف تجارت و پیشہ سے وابستہ ہوتے ہیں لیکن دین کے کاموں اور جماعت کے موقعوں پر سب مسلمان یکساں اور برابر ہوتے ہیں، کیا خوب اسلام کی ترجمانی کی ہے شاعر مشرق نے

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

یہ تلخ حقیقت بھی پوری دنیا کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسان کے کمزور و ناتواں طبقات میں سب سے قابل ترس طبقہ غلام و نوکر کا رہا ہے، دین اسلام سے پہلے پوری دنیا میں اس کمزور طبقہ کی حیثیت جانور سے بھی بدتر تھی، ان کا کوئی پرسان حال نہ تھا، بس سب کو ان سے خدمت والے کام لینا ہی پسند تھا، ان کا کوئی حق نہیں سمجھا جاتا تھا، لیکن دین رحمت "اسلام" کا جب دنیا میں ظہور ہوا تو محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے تمام طبقوں کے ساتھ ساتھ، معاشرہ کے اس قابل رحم طبقہ "غلام و خادم" کے بھی انسانی حقوق کا اعتراف کیا اور ان کے معاشرتی حقوق کا اعلان عام فرمایا، اور مسلمانوں سے ان کو ان کے جائز انسانی حقوق دیئے جانے کی تاکید اور ترغیب فرمائی، چنانچہ آپؐ نے اپنی وفات حسرت آیات سے کچھ پہلے اپنی امت کو آخری وصیت میں کس قدر تاکید و اہتمام سے فرمایا کہ "لوگو! نماز کی پوری پوری پابندی کرنا اور اپنے ماتحتوں (غلام، خادم، وغیرہ) کے حقوق کی رعایت کرتے، اور ان کے ساتھ ہمیشہ نیکی و احسان سے پیش آتے رہنا-" (مسند احمد، ابوداؤد) اسی طرح آپؐ نے اس قابل رحم طبقہ کی عزت کو انسانی معاشرہ میں از سر نو عام فرمایا اور ان کے انسانی جذبات کی پوری قدر فرمائی، آپؐ نے ایک حدیث میں ان کو غلام کہہ کر پکارنے کی ممانعت فرمائی، ارشاد گرامی ہے کہ "-کوئی آقا اپنے غلام کو میرا غلام نہ کہے بلکہ میرا جوان کہے" اسی طرح

آپؐ نے غلاموں کو ممانعت فرمائی کہ ”-وہ اپنے آقا کو رب نہ کہیں بلکہ ”مولی“ کہیں-، (بخاری)، آپؐ نے دیندار غلام ونوکر کی مزید عزت افزائی فرمائی، ایک حدیث میں آپؐ نے حضرت علیؓ کو عبادت گزار غلام کا زیادہ خیال رکھنے کا حکم دیا، اسی طرح مختلف احادیث میں حق شناسی وخیر خواہ غلام ونوکر کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ”جب زیر دست غلام اللہ تعالیٰ کا حق ادا کردے، اور اپنے آقا کا بھی حق ادا کردے تو اس غلام کے لئے دوہرا اجر وثواب ہے (بخاری ومسلم)۔

محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ان انقلاب آفریں ہدایات نے غلام وخادم کو معاشرہ کا مجبور ومظلوم فرد نہیں بلکہ معاشرہ کا قابل رشک فرد بنا دیا، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ جیسے عظیم القدر صحابی نے ایک موقع پر غلام ہونے پر رشک فرمایا (مسلم) اور حضرت ابوذرؓ نے ساری زندگی اپنے غلام کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کیا، جو کھایا وہی کھلایا، جیسا پہنا ویسا ہی پہنایا (ابوداؤد) بعض مسلمانوں نے اپنی باندیوں (اور نوکرانیوں) سے شادی کر کے ان کے درجہ کو بلند کیا اسی طرح بعض مسلمانوں نے اپنے غلاموں سے اپنی بیٹی بیاہ کر ان کو بڑی عزت بخشی اور سب سے بڑھ کر سیدنا حضرت بلال حبشیؓ نے اسلام کے سب سے پہلے مؤذن ہونے کا شرف عالی حاصل کیا اور آزاد کردہ غلام حضرت سالمؓ نے حضرت عمرؓ جیسے اکابرین صحابہؓ کرامؓ کی امامت فرمائی، دنیا کی کوئی قوم ایسی محیر العقول مثال پیش نہیں کر سکتی علامہ سید سلیمان ندویؒ کے قلم گہربار نے اس حقیقت کی کیا خوب ترجمانی کی ہے کہ ”-ان تعلیمات نے ان غلاموں کو غلام نہیں بلکہ اسلام کا سردار اور مملکتوں کا بادشاہ بنا دیا، اسلام کی تاریخ ان واقعات سے لبریز ہے-“ (سیرت النبی ۶/۱۵۲) بہر کیف کتاب وسنت کی روشنی میں غلام وخادم کے بہت سے حقوق ہیں ان میں سے قابل ذکر چند حقوق درج ذیل ہیں۔

غلام وخادم کا سب سے اہم حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے، ان کے ساتھ نرمی برتی جائے اور ہر موقع پر حسن سلوک کیا جائے، کتاب وسنت میں ان کے ساتھ ”برواحسان“ کرنے کی بڑی تاکید اور ترغیب آئی ہے قرآن مجید میں ہے کہ ”-اور تمہارے ہاتھ جس کے مالک بن گئے ہیں، اس (زیردست غلام وخادم وغیرہ) کے ساتھ حسن سلوک کرو-“ (سورہ نساء/۳۶) اسی طرح آپؐ نے نہایت بلیغ ومؤثر انداز میں ارشاد فرمایا کہ ”-ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے کنبہ (کی مانند) ہے، پس اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ آدمی ہے جو اللہ کے (تمام) کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے-“ (بیہقی) آپؐ نے ایک دوسری حدیث میں غلام وخادم کو آقا ومالک کا بھائی اور مددگار بتا کر ان کے ساتھ انسانیت نوازی کا بہت ہی مؤثر ودلنشیں پیغام دیا ہے، ارشاد گرامیؐ ہے کہ ”-یہ غلام (ونوکر) تمہارے بھائی اور مددگار ہیں-“ (بخاری ومسلم) ایک اور حدیث میں آپؐ نے غلام وخادم کے ساتھ حسن سلوک کو باعث برکت بتایا ہے، آپؐ کا ارشاد ہے کہ ”-غلام وخادم کے ساتھ نیکی کرنا سراپا برکت ہے اور ان کے ساتھ بدخلقی سے پیش آنا بے برکتی کا موجب ہے-“ (ابوداؤد) اسی طرح ایک حدیث میں غلام وخادم کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کو موت میں آسانی کا ذریعہ اور دخول جنت کا سبب بتایا گیا ہے آپؐ کا ارشاد ہے کہ ”-جس مومن کے اندر تین خصلتیں ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کی موت آسان کر دیتا ہے اور (آخرت میں) اسے اپنی جنت میں داخل فرمائے گا، پہلی خصلت کمزور وناتواں کے ساتھ نرمی کرنا ہے، دوسری خصلت ماں باپ کے ساتھ نیکی اور مہربانی سے پیش آنا ہے اور تیسری خصلت غلام وخادم کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے-، (ترمذی)

برواحسان کا تقاضا ہے کہ غلام وخادم سے ان کی طاقت وقوت سے زیادہ کام نہ لیا جائے، اور اگر کبھی ایسی ضرورت پڑ جائے تو بھاری ومشکل کاموں میں ان کا پورا ساتھ دیا جائے، ایک حدیث میں اس سلسلہ میں محسن انسانیت حضرت محمدؐ کی کیسی عظیم رہنمائی موجود ہے کہ غلام وخادم کو اتنا کام نہ دیدو جو اس پر بھاری ہو جائے، اور اگر (کبھی کبھار) بھاری کام دو تو اس کام میں خود بھی شریک ہو کر اس کا تعاون کرو-“ (بخاری) ان قولی احادیث کے ساتھ ساتھ آپؐ کا عملی نمونہ بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہے، مختلف روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ خود بھی غلام وخادم کے ساتھ اچھا معاملہ فرماتے، پوری شفقت ومہربانی سے پیش آتے، اور بڑا خیال رکھتے اور ان کی پوری رعایت فرماتے تھے یہی وجہ ہے کہ رسول انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس انسانیت نوازی کا اعتراف اپنوں کے ساتھ ساتھ غیروں نے خوب کیا ہے چنانچہ جرمن مصنف ڈاکٹر ”گستاف وائل“ آپؐ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہے کہ ”-مزاج میں اتنی سادگی اور بے تکلفی تھی کہ اپنے ساتھیوں سے کوئی خاص تعظیم وتکریم قبول نہیں فرماتے تھے اور

اپنے غلام سے کوئی ایسی خدمت نہ لیتے تھے جو خود انجام دے سکتے تھے-“ (مقالات سیرت)

غلام وخادم کا دوسرا اہم حق یہ ہے کہ ان کی انسانی ضروریات پوری کی جائیں، ان کے کھانے، لباس اور عطیہ وبخشش (اجرت وتنخواہ) وغیرہ کا اہتمام کیا جائے، احادیث وآثار میں ان ضروریات کی تکمیل کی طرف بڑی توجہ دلائی گئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ ”-ماتحت غلام وخادم کھانے اور لباس کا مستحق ہے-“ (مسلم)، ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے اس کی بڑی مؤثر انداز میں ترغیب دی کی ”-یہ ماتحت غلام وخادم تمہارے بھائی ہیں، تمہارے معاون ومددگار ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا ماتحت (محکوم) بنا دیا ہے، اللہ تعالیٰ جس کے بھائی کو اس کا محکوم (غلام، خادم، نوکر، وغیرہ) بنا دے تو اس کو چاہئے کہ اس کو وہ کھانا کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہ کپڑا پہنائے جو خود وہ پہنتا ہے، (بخاری) اسی طرح غلام وخادم وغیرہ کو عطیہ وبخشش اور اجرت ومشاہرہ کے طور پر روپے پیسے دینا بھی ان کا واجبی حق ہے، احادیث مبارکہ میں اس حق کے ادا کرنے پر بھی بڑی توجہ دلائی گئی ہے، ایک مشہور حدیث میں اجیر ومزدور کو اس کے مفوضہ کام پورا ہوتے ہی اس کی اجرت دینے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، آپؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”-مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اجرت دے دینا (مزید) صدقہ وثواب کا کام ہے-“ ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے غلام وخادم وغیرہ کے عطیہ وبخشش روکنے والوں کی بڑی شناعت بیان فرمائی ہے، ارشاد گرامی ہے کہ ”-اے لوگو! کان کھول کر سن لو! کیا میں تمہیں نہیں بتادوں کہ تمہارے درمیان سب سے برے لوگ کون ہیں؟ (ان بدترین لوگوں میں) وہ بھی ہیں جو اپنے غلام وخادم کی بخشش روک لیتے ہیں-“ (مشکوۃ) ایک اور حدیث میں آپؐ نے بہت مؤثر انداز میں فرمایا کہ ”-آدمی کے گناہ کے لئے اتنا عمل کافی ہے کہ وہ اپنے ماتحت (غلام وخادم وغیرہ) سے اس کی روزی روک لے-“ (مسلم)

غلام وخادم کا تیسرا حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ شفقت وہمدردی کی جائے، ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف اور درگزر کیا جائے، ان کو ناحق ڈانٹنے، پھٹکارنے اور مارنے پیٹنے سے بچا جائے، ان حقائق کی طرف رسول انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اور پوری انسانیت کو بہت ہی بلیغ ودلنشیں انداز میں دعوت دی ہے، ایک حدیث میں آپؐ نے غلام ونوکر کو بار بار معاف کرنے کی کیسی مؤثر ترغیب دی ہے، ایک صحابیؓ کی طرف سے غلام وخادم کو کتنی مرتبہ معاف کئے جانے کے سوال پر آپؐ نے پہلی اور دوسری مرتبہ سکوت فرمایا، تیسری مرتبہ دریافت کرنے پر یہ جواب عنایت فرمایا کہ ”-ہر روز ستر مرتبہ (بار بار) اپنے خادم کو معاف کرو-“ تیسری مرتبہ دریافت کرنے پر یہ جواب عنایت فرمایا کہ ”-ہر روز ستر مرتبہ (بار بار) اپنے خادم کو معاف کرو-“ (ابوداؤد) ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ ”-اپنی باندیوں (اور نوکرانیوں) کو برتن توڑ دینے پر سزا نہ دیا کرو، اس لئے کہ برتنوں کی بھی عمر ہیں، تمہاری عمروں کی طرح ہی مقرر ہیں-“ (دیلمی) ایک اور حدیث میں غلام وخادم کو ناحق مارنے پیٹنے پر سخت وعید سنائی گئی ہے ارشاد گرامیؐ ہے کہ ”-جو کوئی اپنے غلام (وخادم) کو ناحق مارے گا تو قیامت کے دن اس سے بدلہ لیا جائے گا-“ (بیہقی) نیز آپؐ نے ایک اور حدیث میں غلام (وخادم) کے مارنے پر جہنم کی آگ کے ذریعہ جھلسانے کی وعید سنائی ہے۔

مذکورہ بالا اہم حقوق کے علاوہ غلام وخادم وغیرہ کے کچھ اور بھی حقوق ہیں، اسلام نے ان تمام حقوق کے ادا کرنے پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور ہم مسلمانوں کو بڑی توجہ دلائی ہے، ادائے حقوق پر دنیا وآخرت میں برکت وسعادت اور فوز وفلاح کی خوش خبری دی گئی ہے اور ان حقوق کے ادا نہ کرنے پر سخت دھمکی اور شدید تنبیہ کی گئی ہے اور ان کی حق تلفی پر اللہ تعالیٰ کے سخت مؤاخذہ اور شدید گرفت کی وعید آئی ہے، چنانچہ آپؐ نے اپنی آخری وصیت میں امت مسلمہ کو حقوق اللہ (بالخصوص نماز) ادا کرنے کے ساتھ ساتھ، غلام وخادم کے ادا حقوق کے سلسلہ میں بہت زیادہ اہتمام سے متنبہ فرمایا کہ ”-اپنے ماتحتوں (زیردست غلام وخادم) کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو-“ (ابوداؤد) ایک دوسری حدیث میں غلام وخادم کی حق تلفی کو بڑے نقصان اور بے برکتی کا باعث قرار دیا گیا (ابوداؤد) ایک اور حدیث میں ہے کہ-غلام وخادم کے ساتھ برا سلوک کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا-“ (ترمذی) ایک حدیث میں غلام وخادم کے ساتھ دھوکہ دہی کرنے والے کو کمال ایمان سے محروم قرار دیا گیا ہے، آپؐ کا ارشاد عالی ہے کہ ”-جو کوئی مسلمان، اپنے کسی مسلمان کے غلام وخادم کو دھوکہ دے، اس کے خلاف اس کو ورغلائے تو ایسا شخص مومن کامل نہیں ہے-“ (ابوداؤد)

☆☆☆☆☆

عالمی افق

جمہوریہ نائیجیریا-ایک طائرانہ نظر

ادارہ

مغربی افریقہ میں واقع ''وفاقی جمہوریہ نائجیریا'' آبادی کے لحاظ سے براعظم افریقہ کا سب سے بڑا جبکہ دنیا کا آٹھواں بڑا ملک ہے۔یہ دنیا کا سب سے بڑا سیاہ فام ملک بھی ہے۔اس کا پرانا نام ''ہاؤسا لینڈ'' تھا۔آبادی تقریباً 15 کروڑ، رقبہ 923768 مربع کلومیٹر ہے جبکہ ساحلی پٹی کی لمبائی 853 کلومیٹر ہے۔اس کی سرحدیں نائجیریا، جھیل چاڈ، خلیج گنی، بینن اور کمرون سے ملتی ہیں اور ''ابوجا'' اس کا دارالحکومت ہے۔یہ 36 ریاستوں پر مشتمل ہے جبکہ ایک وفاقی ریاستی ہے۔774 بلدیاتی یونٹس ہیں۔نائجیریا دو الفاظ سے مل کر بنا ہے۔نائجر اور ایریا یعنی نائجر لوگوں کی سرزمین اور نائجر، نائجیریا میں بہنے والے دریا کا نام ہے۔یہاں انسانی آبادی کے آثار 9000 BCE تک ملتے ہیں۔250 سے زیادہ نسلی قبائل ہیں جن میں ہاؤسا، فولانی، اگبو، یوروبا اور کانوری بڑے نسلی گروہ ہیں۔مغربی ذرائع مسلمانوں کی تعداد 50 فیصد، عیسائیوں کی 38 فیصد بتاتے ہیں مگر مسلمانوں کا کہنا ہے کہ نائجیریا میں مسلم آبادی 65 فیصد عیسائی اور لامذہب 35 فیصد ہیں۔دیگر ذرائع مسلمانوں کے دعوے کی تصدیق کرتے ہیں۔

انگریزی سرکاری زبان ہے جبکہ ہاؤسا، اگبو، یوروبا، فولانی، کانوری دیگر بڑی زبانوں میں شمار ہوتی ہیں۔کانو اور لاگوس بڑے شہر ہیں جن کی آبادی ایک ایک کروڑ کے قریب ہے۔2009ء میں بجٹ کا حجم 21.3 بلین امریکی ڈالر تھا جبکہ 2007ء میں GDP کا حجم 166 بلین ڈالر تھا، 2006ء میں تیل اور گیس کی آمدنی GDP کا 37 فیصد تھی۔

ملک کے دو تہائی علاقے میں ہاؤسا اور فولانی آبادیاں ہیں جن کی اکثریت مسلمان ہے۔جنوب مغربی حصہ میں یوروبا نسل کی اکثریت ہے۔یوروبا میں نصف مسلمان اور نصف عیسائی ہیں۔جنوب مشرقی حصہ میں اگبو کیتھولک اکثریت میں ہیں۔

نائجیریا میں اسلام کا آغاز سب سے پہلے شمال مشرقی حصے میں جھیل چاڈ کے گردونواح میں ہوا۔اس وقت یہ علاقہ کانم سلطنت کا حصہ تھا۔بعد میں کانم سلطنت نے بورنو کے نام سے عروج اور شہرت حاصل کی۔1086ء میں یہاں اسلام رائج ہوگیا۔بورنو سلطنت اسلام اور اسلامی ثقافت کے پھیلاؤ کا اہم مرکز بن گئی۔1300ء میں اسلام اور اسلامی ثقافت اپنی مقبولیت کے عروج پر تھے۔اور لیس علومہ کی قیادت میں بورنو نے ایک آزاد سلطنت کی شکل اختیار کی اور مشرق میں اس کی حکمرانی کئی ہاؤسا ریاستوں تک پھیل گئی۔بورنو میں تقریباً 90 فیصد آبادی مسلمان ہے۔بورنو کے بعد ہاؤسا اور فولانی نسل نے اسلام کی اشاعت میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔یہ لوگ نائجیریا کے شمال مغربی اور شمالی حصوں میں آباد ہیں۔اس وقت اس علاقے میں کاٹسینا، کانو، زاریا اور گوبیر کے نام سے حکومتیں قائم تھیں، سب سے پہلے کاٹسینا کے ہاؤس باشندوں نے اسلام قبول کیا۔وہاں کا حکمران محمد کوراد (1320ء تا 1353ء) تھا۔اسے نائجیریا کا پہلا مسلم حکمراں کہا جاسکتا ہے۔اس کے بعد کانو کے حکمراں علی یاجی نے اسلام قبول کیا۔پھر کئی دیگر ریاستیں مشرف بہ اسلام ہوگئیں۔ان ریاستوں کا مالی وعدالتی اسلامی شریعت کے مطابق کردیا گیا۔شریعت سے عدل وامن قائم ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے کانو اور کاٹسینا ''علوم'' کے بڑے مرکز بن گئے۔عربی میں کتابیں لکھی جانے لگیں اور ہاؤسا زبان کے لیے بھی عربی رسم الخط اختیار کرلیا گیا۔

19ویں صدی کے آغاز میں ایک فولانی عالم و مصلح عثمان دان فودیو (1754ء تا 1817ء) نے غیر اسلامی رسوم کے خاتمے اور اسلامی تعلیمات کے احیاء کی تحریک شروع کی۔یہ تحریک فولانی جہاد کے نام سے مشہور ہوئی۔اس تحریک نے سہ جہتی پالیسی پر عمل کیا۔(1) مسلمانوں کے عقائد اور اعمال کی اصلاح کی۔(2) غیر مسلموں میں تبلیغ کو منظم کیا۔(3) ان مسلمانوں کی مدد بھی کی جو غیر مسلم ہاؤسا حکمرانوں کے ظلم وجبر کا شکار تھے۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ریاست گوبیر کے غیر مسلم حکمراں سے عثمان دان کا تصادم ہوگیا۔فروری 1804ء میں گوبیر کے حکمراں کے خلاف اعلان جہاد کردیا گیا۔مسلمان عثمان دان کے علم کے نیچے جمع ہوگئے۔سب سے زیادہ تعداد فولانیوں کی تھی۔یہ جہاد چھ سال تک جاری رہا۔اس دوران میں نہ صرف گوبیر بلکہ تقریباً تمام ہاؤسا ریاستوں کو مسلمانوں نے فتح کرلیا۔شمالی نائجیریا کا تمام علاقہ دریائے نیجر اور نائجیریا تک

مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔پہلے اس سلطنت کو ''ہاؤسالینڈ'' بعد میں مسلم ایمپائر (خلافت سکوتو) کا نام دیا گیا۔مغربی افریقہ میں عثمان دان کو اپنے دور کا مجدد اور قطب سمجھا جاتا ہے۔

1817ء میں عثمان دان فودیو کا انتقال ہوگیا۔ان کے بعد ان کے بیٹے سلطان محمد بیلو نے اقتدار سنبھالا اور فولانی سلطنت عروج کو پہنچ گئی۔اس سلطنت کا رقبہ موجودہ نائجیریا کے تین چوتھائی رقبے پر مشتمل تھا۔فولانی سلطنت کئی ریاستوں کا ڈھیلا ڈھالا وفاق تھی۔سلطان بیلو کی وفات (1837ء) کے بعد عہد زریں ختم ہوگیا لیکن جنوب کی سمت اس میں اضافہ ہوتا رہا۔دریائے نائجیر اور دریائے بلیتو کے سنگھم پر نوپے قبائل میں اسلام اٹھارھویں صدی میں پھیلنا شروع ہوا۔نوپے حکمراں جبریل (1730ء تا 1740ء) پہلا نوپے بادشاہ تھا جس نے اسلام قبول کیا۔اسلامی دور میں اسلامی تعلیمات کے عام ہونے سے توہم پرستی کا خاتمہ ہوا، مردم خوری اور انسانی قربانی جیسی ظالمانہ رسوم بند ہوگئیں۔عدالتی اور معاشی نظام اعلیٰ اصولوں پر مرتب ہوا۔علمی گرم بازاری ہوئی اور عربی زبان کو فروغ ملا۔بلند پایہ مصنف اور ادیب پیدا ہوئے۔نئے فن تعمیر کا آغاز ہوا جو سوڈانی فن تعمیر کہلایا۔اس طرح نائجیریا کا علاقہ تہذیبی لحاظ سے اسلامی دنیا کا حصہ بن گیا۔

پرتگالی پہلے یورپی تھے جو پندرہویں صدی میں نائجیریا میں پہنچے۔انہوں نے بینن کی سرحد کے قریب اپنے تجارتی مراکز قائم کیے۔بعد ازاں انگریزوں اور غلاموں کے تاجر دوسرے یوروپیوں نے تجارتی اسٹیشن قائم کیے۔ان لوگوں نے غلاموں کی تجارت کو عروج تک پہنایا۔17ویں اور 18ویں صدی میں یہ تجارت اپنی انتہا پر تھی۔

برطانیہ نے نائجیریا کے اندرونی علاقوں تک پہنچنے کے بھی راستے اور طریقے ڈھونڈ نکالے۔غلاموں کے ساتھ ساتھ پام آئل کی صنعت بھی اہم تجارت بن گئی۔پرتگالیوں نے پرتگالی قصبے لاگوس کے نام پر نائجیریا میں بھی ساحل پر ''لاگوس'' کے نام سے قصبہ قائم کرلیا۔بعد ازاں 1851ء میں انگریزوں نے ان سے یہ قصبہ چھین لیا۔غلاموں کے یوروپی تاجروں نے تجارت کے فروغ کے لیے ساحل پر متعدد بندرگاہیں اور غلاموں کے لیے قید خانے قائم کیے۔غلاموں کی اس تجارت کے دوران میں ظلم کی انتہا کردی گئی۔امریکہ کے نومسلم میلکلم ایکس شہید کے مطابق پندرہ ملین لوگوں کو غلامی کے لیے امریکہ لاتے ہوئے، ایک سو لین لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔حاملہ عورتوں کو بیمار ہونے کے باعث سمندر میں زندہ پھینک دیا گیا جو شارکوں کا لقمہ بن گئیں''۔

2161ء میں برطانیہ نے لاگوس کو اپنی کالونی بنالیا۔مقامی سرداروں کے ساتھ معاہدوں کے ذریعے جنوبی نائجیریا میں برطانیہ کے زیر حفاظت علاقے کا قیام عمل میں آیا۔اس علاقے کی حفاظت کے لیے برطانیہ نے ''رائل نائجر کمپنی'' قائم کی۔1893ء میں زیر حفاظت علاقے کا نام ''نائجر کوست زیر حفاظت علاقہ'' رکھا گیا۔1897ء میں بینن کا علاقہ بھی اس میں شامل کرلیا گیا۔1900ء میں شمالی نائجیریا کو بھی برطانیہ نے اپنا زیر حفاظت علاقہ قرار دے لیا۔1903ء میں برطانیہ نے مسلمانوں کے مضبوط گڑھ کانو پر قبضہ کر لیا۔1906ء میں جنوبی نائجیریا کا علاقہ برطانوی کالونی بن گیا۔یکم جنوری 1914ء کو نائجیریا پر برطانوی تسلط مکمل ہوگیا۔اس طرح شمالی وجنوبی ''نائجیریا'' کے علاقوں کو زیر حفاظت علاقے اور کالونی قرار دے کر اسے نائجیریا کا نام دے دیا گیا۔لاگوس اس کالونی کا دارالحکومت بنا۔1922ء لیگ آف نیشنل نے کیمرون کا مینڈیٹ بھی برطانیہ کو دیدیا، 1929ء میں آزادی کے لیے قومی تحریک کا آغاز ہو، 1947ء میں نائجیریا کو ایک آئین دیا گیا جس کے تحت علاقائی اسمبلیاں وجود میں آئیں جو برطانوی اور نائجیرین ارکان پر مشتمل تھیں۔1951ء میں بعض اختیارات مقامی لوگوں کو سونپ دیے گئے۔یکم اکتوبر 1954ء کو نائجیریا کو فیڈریشن کا درجہ دے دیا گیا۔1957ء میں داخلی خود مختاری ملی اور ابوبکر تفا وابلیوا پہلے وزیر اعظم بنے۔یکم اکتوبر 1960ء کو نائجیریا آزاد کردیا گیا۔تحریک آزادی کے رہنماؤں میں ابوبکر، احمد وبلو، ڈاکٹر نامدی آزکوی، ایوولووو وغیرہ نمایاں تھے۔

آزادی کے بعد سیاست دانوں اور جرنیلوں میں آپس میں اقتدار کی آنکھ مچولی جاری رہی۔زیادہ تر فوجی جرنیل ہی بطور ڈکٹیٹر اور بطور سول حکمراں برسر اقتدار رہے۔اس کے ملک کی ترقی پر نہایت ہی برے اثرات مرتب ہوئے اور کرپشن کو خوب فروغ ملا۔برطانیہ نے اپنے قبضے کے دوران میں عیسائیت کو نہ صرف طاقت ودولت کے زور پر پھیلایا بلکہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں جس نفرت کو پیدا کیا تھا، آزادی کے بعد بھی اسے بڑھانے کا عمل جاری رکھا، نتیجتاً یہ ملک مسلسل خونیں فسادات کی لپیٹ میں ہے۔

آزادی کے بعد بننے والی حکومت میں عیسائیوں کی نمائندہ جماعت نیشنل کونسل آف

نائجیریا اینڈ وی کیمروز کے لیڈر نامدی آزی کوی صدر اور نائجیرین پیپلز کانگریس کے رہنما ابوبکر وزیر اعظم بنے۔ یہ حکومت زیادہ دیر نہ چل سکی اور 15 جنوری 1966ء کو پہلا فوجی انقلاب برپا ہوگیا۔ خونیں انقلاب میں وزیر اعظم ابوبکر تفاوا اور کئی دیگر عہدیدار بھی قتل کردیے گئے۔ 17 جنوری کو جنرل جانسن نے فوجی حکومت قائم کردی۔ خانہ جنگی شروع ہوگئی جس میں ہزاروں افراد مارے گئے۔ 29 جولائی 1996ء کو جنرل جانسن کو قتل کردیا گیا۔ آرمی چیف جنرل یعقوبو گوان نے اقتدار سنبھال لیا۔ اسی سال ستمبر میں اقتدار کے حصول کے لیے ہونے والی خانہ جنگی میں 30 ہزار افراد ہلاک ہوگئے۔ 30 مئی 1967ء کو کرنل اوجو کوو نے مشرقی علاقے (رقبہ 29484 مربع میل) کو آزاد جمہوریہ قرار دے کر آزادی کا اعلان کردیا۔ ایک بڑی خانہ جنگی شروع ہوگئی جس میں براہ راست اور بالواسطہ (بھوک اور بیماری سے) 6 لاکھ سے زیادہ افراد لقمہ اجل بنے۔ 31 ماہ تک جاری رہنے والی خانہ جنگی 11 جنوری 1970ء کو ختم ہوئی۔ کرنل اوجو کو فرار ہوگیا۔ 29 جولائی 1975ء کو ایک اور فوجی انقلاب میں یعقوبو گوان کا تختہ الٹ دیا گیا۔ جنرل مرطلی رماط محمد نے اقتدار سنبھال لیا۔ 13 فروری 1976ء کو فوجی افسروں کے ایک گروپ نے تختہ الٹنے کی کوشش کی، وہ ناکام رہے مگر صدر نے خود کو گولی مارلی۔ جنرل اولوسیگن اوباسانجو نے اقتدار سنبھال لیا۔ اگست 1979ء کے انتخاب میں شیخو شگاری صدر منتخب ہوئے۔ 31 دسمبر 1983ء کو جنرل محمد باہاری نے سول حکومت کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قبضہ کرلیا۔ ملک کی اقتصادی حالت کو بہتر کرنے کے لیے اس نے سادگی کا پروگرام دیا، جسے ساتھیوں نے پسند نہ کیا اور 27 اگست 1985ء کو چھٹا فوجی انقلاب آگیا۔ جنرل محمد ابراہیم ہیڈ آف اسٹیٹ بنا۔ شدید مظاہروں کے بعد اگست 1993ء میں صدر ابراہیم مستعفی ہونے پر مجبور ہوگئے۔ عبوری حکومت بنی جس کا 17 نومبر 1993ء کو وزیر دفاع اور آرمی چیف جنرل سانی اباچہ نے تختہ الٹ دیا اور خود حکمراں بن گیا۔ 8 جون 1998ء کو اباچہ دل کا دورہ پڑنے سے مرگیا، اور جنرل ابوبکر نے اقتدار سنبھال لیا جس نے 1999ء میں الیکشن کرائے اور اولوسیگن اوباسانجو صدر منتخب ہوگیا۔ 2007ء میں عمر یار آدعا صدر منتخب ہوئے، اور نائجیریا کی تاریخ میں ایسا پہلی بار ہوا کہ ایک صدر نے دوسرے صدر کو اقتدار منتقل کیا۔

اقتدار کی اس رسہ کشی میں نسلی اور مذہبی دونوں تعصبات کو استعمال کیا گیا جس کے نتیجے میں یہ ملک خونیں فسادات کی لپیٹ میں رہا۔ جمہوریت کے دعویدار مغرب نے مسلم کش فسادات کی محض اس لیے حمایت جاری رکھی کیوں کہ مسلم اکثریتی ریاستوں میں شرعی قوانین کا نفاذ چاہتے ہیں۔ مسلمانوں نے کبھی عیسائیوں کے پرسنل لا میں مداخلت کی بات نہیں کی بلکہ ہمیشہ اپنے لیے شرعی قوانین کا مطالبہ کیا ہے، اس کے باوجود ان کے اس جمہوری مطالبے کو مغرب کے بل بوتے پر برسر اقتدار آنے والے عیسائی حکمرانوں نے بزور طاقت اور بذریعہ مسلم کش فسادات دبانے کی کوششیں کی ہیں۔ 65 فیصد ہونے کے باوجود اسلام کو نائجیریا کا سرکاری مذہب قرار نہیں دیا گیا، اسے مسلمان اپنی تذلیل سمجھتے ہیں۔ پہلے برطانیہ نے اور بعد میں دوسرے غیر حکمرانوں نے مسلمانوں اور اسلامی شریعت کے خلاف نفرت کو فروغ دیا اور اب صورت حال یہ ہے کہ عیسائی اور مسلمان دونوں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں میں کسی مسئلے پر بھی اتفاق نہیں پایا جاتا۔ 1986ء میں نائجیریا میں حکمراں مسلمان تھا، اس نے نائجیریا کو اسلامی کانفرنس تنظیم کا رکن بنادیا، عیسائی اس پر سیخ پا ہوگئے، پُرتشدد مظاہروں اور مغربی ممالک کے سفارتی دباؤ کے ذریعے حکمرانوں کو مجبور کرنے لگے کہ ''اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کیے جائیں'' اور 1990ء کی دہائی میں یہ بھی ہوگیا۔

☆☆☆☆☆

ہر چیز مستعب سبب سے مانگو
منت سے خوشامد سے ادب سے مانگو

کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو
بندے ہو اگر رب کے تورب سے مانگو

☆☆☆

ہر دم اس کی عنایت تازہ ہے
اس کی رحمت بغیر اندازہ ہے

جتنا ممکن ہے کھٹکھٹائے جاؤ
یہ دست دعا خدا کا دروازہ ہے

حضرت امجد حیدر آبادی

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: ایک لڑکی کا نکاح ہوگیا ہے ابھی وہ تعلیم حاصل کررہی ہے، رخصتی نہیں ہوئی ہے، اس لڑکی کا نان ونفقہ اور تعلیمی خرچ کس کے ذمہ ہوگا؟ شوہر کے یا باپ کے؟

جواب: نکاح کے بعد شوہر پر نفقہ اس وقت واجب ہوتا ہے جب کہ بیوی اپنے کو شوہر کے سپرد کردے، ابھی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے جب شوہر کے یہاں نہیں گئی ہے اور نہ شوہر کے حوالہ ہوئی ہے تو نان ونفقہ اور دیگر اخراجات باپ کے ذمہ ہوں گے نہ کہ شوہر کے ذمہ۔ (البحر الرائق ۳/۱۷۳)

سوال: جس عورت کو طلاق ہوگئی ہے اس کا نفقہ کیا شوہر پر ہے یا عورت کے گھر والوں پر؟

جواب: بیوی کا نفقہ شوہر پر عقد نکاح اور شوہر کے ساتھ زندگی گذارنے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے جب رشتۂ نکاح ختم ہوجائے اور عورت شوہر کے گھر سے چلی جائے اور اپنے اہل خاندان کے پاس رہنے لگے تو اس کا خرچ اہل خاندان پر ہوگا نہ کہ سابق شوہر پر البتہ عدت بھر جب تک مطلقہ عورت شوہر کے گھر رہے گی، طلاق دینے والے شوہر سے نان ونفقہ لے گی کیوں کہ عدت میں نفقہ شوہر پر لازم ہوتا ہے۔ (ردالمحتار ۵/۳۳۳)

سوال: میاں بیوی کے درمیان نوک جھونک کی وجہ سے بیوی اگر میکہ چلی جائے، اور شوہر کے بار بار اصرار کرنے پر بھی شوہر کے گھر نہ آئے بلکہ میکہ ہی سے نفقہ اور دیگر اخراجات زندگی کا مطالبہ کرے تو کیا عورت نفقہ کی حقدار ہوگی؟ کیا شوہر پر ایسی عورت کا نفقہ دینا واجب ہوگا؟

جواب: اگر بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر میکہ چلی گئی ہے اور شوہر کے بلانے پر بھی نہیں آرہی ہے تو وہ شوہر سے نفقہ پانے کی حقدار نہیں بلکہ ناشزہ (نافرمان) ہونے کی وجہ سے تمام تر حقوق زوجیت سے محروم رہے گی۔ (ہدایہ ۲/۴۳۸)

سوال: عورت اگر ساس، سسر اور مشترکہ خاندان کے ساتھ نہ رہنا چاہے بلکہ شوہر کے ساتھ علیحدہ مکان میں رہنا چاہے تو کیا شوہر پر لازم ہے کہ وہ بیوی کے رہنے کے لئے علیحدہ انتظام کرے؟

جواب: بیوی کو شوہر کے ساتھ علیحدہ مکان میں رہنے کا حق ہے، اگر وہ کسی معقول وجہ سے مشترک خاندان میں رہنا پسند نہیں کرتی ہے تو شوہر پر لازم ہے کہ بیوی کے لئے علیحدہ رہائش کا انتظام کرے۔ (ہدایہ)

سوال: ایک عورت شوہر کے ظلم سے تنگ آکر میکہ میں رہی ہے اور خوف ظلم سے شوہر کے پاس جانا نہیں چاہتی ہے اور وہیں سے نفقہ کا مطالبہ کررہی ہے تو کیا اسے شوہر کی طرف سے نفقہ ملے گا یا نہیں؟

جواب: عورت جب شوہر کے ظلم کی وجہ سے میکہ میں رہ رہی ہے تو یہ ایک عذر ہے، ایسی صورت میں بیوی ناشزہ (نافرمان) نہیں کہلائے گی، اس لئے اسے نفقہ کا حق ہے اور شوہر پر لازم ہے کہ وہ بیوی کو نفقہ دے اور بیوی پر ظلم سے باز آجائے اور اسے حسن معاشرت کا اطمینان دلا کر اپنے گھر بلالے اور حکم الٰہی "وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" (اور بیوی کے ساتھ بہتر طریقے سے زندگی گذارو) پر عمل کرے۔

سوال: ایک عورت شوہر کی اجازت کے بغیر ایک اسکول میں پڑھا رہی ہے، شوہر کے منع کرنے پر وہ اسکول چلی جاتی ہے اور شام کو گھر لوٹتی ہے، کیا شوہر پر ایسی عورت کا نفقہ لازم ہے؟

جواب: شوہر اسکول جانے سے روکتا ہے اس کے باوجود بیوی اسکول جارہی ہو تو وہ شوہر سے نفقہ پانے کا حق نہیں رکھتی ہے، اس لئے شوہر پر اس بیوی کا نفقہ لازم نہیں ہے (الدر المختار علی رد المحتار ۲/۸۹۱)

سوال: دوران حمل اگر عورت میکہ میں شوہر کی اجازت سے ہو اور وہاں مستقل چیک اپ کرانے کی ضرورت ہو تو ڈاکٹر کی فیس اور حمل کی حفاظت اور بچہ کی اچھی نشوونما کی دواؤں کی قیمت خود عورت پر واجب ہوگی، یا ان کے والدین پر یا شوہر پر؟ رہنمائی کریں۔

جواب: عورت جب شوہر کی اجازت سے حالت حمل میں میکہ میں ہے تو عورت کے تمام تر اخراجات نان ونفقہ، ڈاکٹروں کی فیس اور دواؤں کی قیمت شوہر کے ذمہ ہوگی۔ (ردالمحتار ۵/۲۸۹)

سوال: ولادت کے موقع سے ہاسپٹل میں جو اخراجات ہوتے ہیں وہ کس کے ذمہ ہوں گے، بیوی یا شوہر کے؟ اگر عورت کے والدین نے وہاں کچھ اپنی جیب سے خرچ کیا ہو تو وہ اپنے داماد سے اس کا مطالبہ کرسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ولادت کے موقع سے جو بھی اخراجات ہوں گے، وہ شوہر کے ذمہ ہوں گے اگر عورت کے والدین اپنی طرف سے بیٹی کے شوہر کی اجازت بغیر کچھ خرچ کیا ہو تو وہ ان کی طرف سے تبرع کہلائے گا، اسے داماد سے وصول کرنے کا حق نہ ہوگا، ہاں! اگر داماد کی اجازت سے خرچ کیا ہے تو انہیں وصول کرنے کا حق ہوگا۔ (ردالمحتار ۵/۲۹۲)

☆☆☆☆☆

جب عشق سکھاتا ہے آداب خدا گاہی

عبدالرحیم ندوی

صلہ بن اشیم العدوی ایک جلیل القدر تابعی ہیں، امام اصبہانی کہتے ہیں:

صحابہ کرام کے اخلاق وکردار سے صلہ نے جتنا کسب فیض کیا تھا، دوران کی سیرت کو اپنایا تھا شاید ہی کسی تابعی نے اپنایا ہو، صلہ بن اشیم دن کے شہسوار اور شب زندہ دار تھے جب رات اپنی دبیز وسیاہ چادریں تن دیتی، اور پہلو بستروں سے جاگتے تو صلہ بن اشیم اٹھتے، اچھی طرح وضو کرتے، اور محراب میں آکر کھڑے ہوجاتے، نماز کی نیت باندھتے، عشق الٰہی میں غرق اور آہ سحر گاہی میں مست ہوتے تو ان کے اندرون میں ایک الٰہی نور روشن ہوجاتا جس سے کائنات کا گوشہ گوشہ ان کی نگاہ میں جگ مگا اٹھتا، ان کو انفس وآفاق میں اللہ کی نشانیاں نظر آنے لگتیں، تہجد کے وقت تلاوت قرآن کے شیدائی تھے، جب ایک تہائی رات باقی رہ جاتی تو قرآن کے پاروں کو لے کر بیٹھ جاتے، اور درد انگیز ورقت آمیز لہجہ میں ترتیل کے ساتھ تلاوت کرتے۔

صلہ کے شب وروز کے یہ معمولات تھے جن پر سختی سے وہ پابند تھے کبھی ان پر سستی طاری نہیں ہوتی تھی، سفر ہو یا حضر، فارغ ہوں یا مشغول اس میں کوئی فرق نہ آتا تھا۔

جعفر بن زید بیان کرتے ہیں: ''ہم مسلمانوں کے ایک لشکر کے ساتھ تھے، شہر کابل ہمارا ہدف تھا اس لشکر میں صلہ بن اشیم بھی شریک تھے، جب رات نے اپنی چادر تن دی، اور رفقاء سفر نے اپنے کجاوے کھول دیے، کچھ کھا پکر فریضہ عشاء ادا کی، اور اپنے اپنے بستروں پر جا لیٹے تاکہ ذرا دیر آرام کرلیں، صلہ بھی اپنے بستر پر سب کی طرح لیٹ گئے میں نے سوچا ان کی وہ نماز اور عبادت گزاری کہاں ہے؟ جس کا لوگوں میں بڑا شہرہ ہے کہ اتنی عبادت کرتے ہیں کہ پاؤں میں ورم آجاتا ہے۔

راوی کہتے ہیں: بخدا میں اس رات چپکے سے دیکھنے لگا کہ دیکھوں کیا ہوتا ہے، لشکر والوں کی آنکھیں جیسے ہی بند ہوئی، میں دیکھتا کیا ہوں کہ صلہ بستر سے اٹھتے ہیں، اور رات کی تاریکی میں چھپتے ہوئے لشکر سے دور ایک طرف کو جاتے ہیں اور ایک جھاڑی میں داخل ہوتے ہیں جہاں گنجان درخت اور وحشت ناک گھاس پھوس ہیں، ایسا لگتا ہے کہ طویل عرصہ سے کسی کے قدم تک اس جگہ نہیں پڑے ہیں۔

میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا، جب وہ دور پہونچ گئے تو قبلہ رخ ہوکر کھڑے ہوگئے نماز کی نیت باندھ لی اور نماز میں غرق ہوگئے، میں نے دور سے ان کو دیکھا، چہرہ دمک رہا ہے، دل پر سکینت اور اعضاء پر سکوت طاری ہے ایسا لگتا ہے کہ ان کو اس وحشت ناک تنہائی میں انسیت، بعد میں قرب اور تاریکی میں روشنی کا احساس ہورہا ہے، وہ اسی طرح نماز میں مصروف تھے کہ مشرقی جانب سے ایک شیر نکل آیا جب مجھ کو پتہ چلا کہ یہ شیر آرہا ہے تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں ایسا لگا کہ خوف کے مارے دل سینہ سے باہر آجائے گا اس سے بچنے کے لئے میں ایک درخت پر چڑھ گیا، شیر صلہ بن اشیم سے قریب ہوتا گیا یہاں تک کہ چند قدم کے فاصلہ پر پہونچ گیا، اور وہ اسی طرح نماز میں مصروف رہے ان پر کچھ اثر نہ ہوا جب وہ سجدے میں گئے تو میرا دل دھک سے ہوگیا کہ اب تو صلہ کی جان گئی، لیکن میں نے عجیب وغریب منظر دیکھا، دیکھا کہ شیر کھڑا ہے اور وہ سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں شیر ان کو اس طرح دیکھ رہا ہے کہ جیسے شیر کھڑا ان کی ذات میں کچھ تلاش کر رہا ہو پھر انہوں نے سلام پھیر کر شیر کی طرف دیکھا اور ان کے ہونٹ ہلے، مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے کیا کہا، ہاں یہ منظر ضرور دیکھا کہ شیر سر جھکائے اسی جانب کو لوٹ گیا جس طرف سے آیا تھا، جب فجر کا وقت ہوا تو نماز فرض ادا کی، اور ہاتھ دعاء کے لئے اٹھائے، اور اللہ کی ایسی حمد کی، کہ کم از کم میں نے ویسی حمد وثناء اس سے قبل نہ سنی تھی پھر دعا کی یہی مجھ جیسا خطا کار بندہ کس منھ سے جنت کا سوال کرسکتا ہے بس صرف اتنا سوال ہے کہ تو جہنم کی آگ سے بچالے اور اسی کو دہراتے رہے یہاں تک کہ رو پڑے اور میں بھی ضبط نہ کرسکا، اور رونے لگا، پھر چپکے سے لشکر میں لوٹ آئے کہ کوئی بھانپ نہ سکا اور ایسے نشیط وچست نظر آئے کہ گویا رات بستر پر سوکر گزاری ہے اور میں ان کے پیچھے لوٹا تو مجھ پر رات کی بیداری اور خوف کا ایسا اثر تھا کہ میں بتا نہیں سکتا۔

وہ جس طرح شب بیداری اور عبادت گزاری میں طاق تھے اسی طرح پند وموعظت کا انداز بھی انوکھا تھا، کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے، اور ایسی حکمت وموعظت حسنہ کے ساتھ اللہ کی دعوت دیتے کہ سخت سے سخت دل نرم، اور متنفر سے متنفر طبیعت ان کی طرف کھنچ آتی تھی، ان کے حالات میں ہے کہ وہ عبادت اور خلوت کی غرض سے جنگل کی طرف جاتے تو راستہ میں نوجوانوں کی ایک ٹولی کے پاس سے گذر ہوتا جو جوانی کی امنگ اور ترنگ میں مست، کھیل تماشہ، ہنسی ٹھٹھا، اور اکڑ فوں میں مگن رہتی تھی۔

آپ ان کو انتہائی محبت سے سلام کرتے، نرمی سے مخاطب کرتے اور فرماتے:

''آپ لوگ ایسی قوم کے بارے میں کیا کہیں گے جس نے کسی عظیم مقصد کے لئے سفر کا عزم کر رکھا ہو لیکن دن بھر راستہ سے الگ ہٹ کر کھیل کود میں لگی رہتی ہو، اور رات کو میٹھی نیند سوتی ہو تو بتایئے وہ اپنا سفر کیوں کر پورا کرسکتی ہے اور اپنی منزل کو کب پہونچ سکتی ہے؟ یہ ان کا معمول تھا، ایک مرتبہ ان کی ملاقات ہوئی، اسی طرح مخاطب کیا، اور اسی بات کو دہرایا بس ایک نوجوان کا سویا ہوا شعور جاگ اٹھا، اور اس نے کہا یہ تو ہمیں کو کہہ رہے ہیں، اس لئے کہ ہم پورے دن لہو ولعب میں رہتے ہیں اور رات کو جاکر سوجاتے ہیں، پھر وہ نوجوان اپنے ساتھیوں سے الگ ہوگیا اور اسی روز سے صلہ بن اشیم کے ساتھ ہولیا، پھر مرتے دم تک ان کے دامن سے وابستہ رہا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ صلہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ کسی کام سے جارہے تھے راستہ میں ایک خوب رو جوان جس کی جوانی قابل دید ولائق رشک تھی، گزرا، اس کا ازار اتنا لمبا تھا کہ زمین پر گھسٹ رہا تھا اور غرور وتکبر کا پتہ دے رہا تھا، ان کے ساتھیوں نے سوچا کہ اس کو پکڑیں اور تنبیہ کریں، لیکن صلہ نے کہا ٹھہرو، مجھکو بات کرنے دو۔

صلہ اس نوجوان کے قریب آئے اور ایک شفیق باپ کی محبت ونرمی اور ایک مخلص دوست کے لب ولہجہ میں کہا بیٹے! مجھ کو تم سے ایک کام ہے، جوان کھڑا ہوگیا پوچھا، چچا جان کیا کام ہے؟ کہا: کام یہ ہے کہ تم اپنا ازار ذرا اوپر کرلو، اس سے تمہارے کپڑے گندے ہونے سے بچ جائیں گے، اور اس میں خدا کا خوف اور نبی کی سنت پر عمل بھی ہے۔

نوجوان شرماتے ہوئے بولا، جی ہاں! اور خوشی خوشی اپنے ازار کو اوپر کرلیا، صلہ نے اپنے احباب سے کہا لوگو! تم نے جو ارادہ کیا تھا یہ اس سے کہیں زیادہ بہتر رہا، اگر تم اس کو مارتے تو وہ بھی تم کو مارتا اور جھگڑتا اور ہا ازار تو وہ نیچے ہی رہتا۔

ایک مرتبہ بصرہ کا ایک نوجوان آیا اور اس نے کہا، اے ابوالصہباء (میخوار) مجھے بھی وہ سکھائے جو علم آپ کو اللہ نے سکھایا ہے۔

صلہ بن اشیم مسکرائے، چہرہ پر خوشی کی ایک لہر سی دوڑ گئی، اور کہا بیٹے! تم نے تو ماضی کی یاد تازہ کردی، میں اس کو بھولا نہیں ہوں، اس وقت میں تمہاری طرح جوان تھا، صحابہ کرام میں سے جو باقی تھے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اللہ نے جس دولت علم سے آپ کو نوازا ہے مجھے بھی سکھا دیجئے، تو ان حضرات نے مجھ سے فرمایا تھا: دیکھو بیٹے! قرآن کو اپنا حامی اور لذت قلب کا ذریعہ بنا لو، اس سے نصیحت حاصل کرو اور مسلمانوں کو نصیحت کرو، اللہ سے بکثرت دعاء کرو، نوجوان نے کہا میرے لئے دعاء فرمایئے، اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

تو انہوں نے دعاء کی کہ اللہ تم کو اس چیز کی رغبت نصیب کرے جو باقی رہنے والی ہے اور اس سے بے رغبت کردے جو فنا ہونے والی ہے، اور تم کو ایسا یقین نصیب کرے جس سے دلوں کو سکون ملتا ہے، اور دین میں اسی پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔

صلہ بن اشیم ایسے زاہد خشک اور عابد محض نہ تھے جو راتوں کو آباد رکھتا ہے اور بس، یہ جس طرح شب زندہ دار تھے اسی طرح ایک بہادر شہسوار بھی تھے، تاریخ جہاد وعزیمت بہت کم ایسے جیالوں سے واقف ہوگی جو ان سے زیادہ دلیر اور تلوار کا دھنی گزرا ہو، ان کی بہادری اور شجاعت کا اثر تھا کہ لشکر کے قائدین ان کو اپنی فوج میں شریک کرنے کے لئے آپس میں منافست کرتے تھے، ہر قائد چاہتا تھا کہ صلہ کو اپنے لشکر میں شامل کرلے تاکہ ان کی دلیری وشجاعت سے بڑی سے بڑی کامیابی حاصل کرے۔

جعفر بن زید روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک جنگ میں نکلے، ہمارے ساتھ صلہ بن اشیم اور ہشام بن عامر تھے، جب مقابلہ ہوا تو صلہ اور ہشام باز کی طرح جھپٹے اور دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور شمشیر وسناں کا ایسا کرتب دکھایا کہ ان کی صفوں کو تتر بتر کردیا، دشمن کے قائدین میں ایک نے دوسرے سے کہا، ان دو شخصوں نے ہمارا یہ حال کردیا ہے اگر سب مقابلہ پر آگئے تو کیا حالت بنے گی؟ اس لئے سپر ڈالدو اور اطاعت قبول کرلو۔

۱۷۶ھ میں صلہ مسلمانوں کے ایک لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے، بلاد ماوراء النہر کا قصد تھا ان کا لڑکا بھی ان کے ساتھ تھا، جب مقابلہ ہوا اور لڑائی زوروں پر آئی تو بیٹے کو مخاطب کرکے کہا: بیٹے! آگے بڑھو، اعداء اسلام کا مقابلہ کرو، لڑکا دشمن کے مقابلہ کے لئے تیر کی طرح نکلا اور جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوگیا، صلہ کی طرف سے اس پر کوئی ردعمل نہ ہوا بلکہ صرف اتنا کیا کہ وہ اسی کے پیچھے نکلے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے، جب موت کی خبر بصرہ پہونچی تو عورتیں ان کی اہلیہ کی تعزیت کرنے کے لئے آئیں، لیکن نیک اور صابر بیوی نے ان سے جو کہا وہ سننے کے قابل ہے، اس نے کہا اگر آپ لوگ مجھ کو مبارک باد دینے آئی ہیں تو آپ کو مرحبا، اور اگر کسی اور غرض سے آئی ہیں تو لوٹ جایئے، اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے ان کو پورا پورا بدلہ عطا فرمائے۔

تاریخ انسانی کے آنکھوں نے ان سے زیادہ پاکباز وپاک طینت انسان بہت کم دیکھے ہیں!!

(بحوالہ صور من حیاۃ التابعین)

☆☆☆☆☆

عالم اسلام

محمد جاوید اختر ندوی

ترکی کا عربی زبان میں پہلا ٹی وی چینل

ایک ایسے وقت میں جب کہ ترکی اور عرب ممالک کے درمیان تعلقات روز بروز گہرے ہوتے جارہے ہیں، ترکی وزارت اطلاعات و نشریات (TRT) نے عربی زبان میں پہلا فضائی چینل جاری کرنے کا اعلان کیا ہے، اسکا اعلان شہر استنبول میں ایک بڑے اجلاس کے اندر کیا گیا، جس میں ترک وزیر اعظم رجب طیب اردگان، صدر عبداللہ گل، نائب وزیر اعظم اور متعدد وزراء وسفارت کار اور عرب سفراء کی بھی ایک خاصی تعداد موجود تھی۔

چینل کے ذمہ دار ''سفر توران'' نے کہا کہ ترک چینل کا اعلان عربی زبان میں تاخیر سے ہوا، حالانکہ ترکی کا عرب ممالک کا تعلق تاریخی، ثقافتی اور متعدد میدانوں میں ہے، اور دونوں کے اندر بڑی یکسانیت و مماثلت پائی جاتی ہے۔

ترکی کا مرکز اطلاعات ونشریات (TRT) عرب ممالک کے ساتھ اور وہاں کے ریڈیو اور ٹیلویژن اسٹیشنوں سے اچھے تعلقات رکھتا ہے، قابل ذکر بات ہے کہ اس چینل سے 'صباح الخیر یاعرب' نامی پروگرام تین عرب ممالک (مصر، لبنان اور فلسطین) سے جاری کیا جائے گا۔

'توران' نے مزید کہا کہ موجودہ زمانہ میں ریڈیو اور ٹیلویژن دوسروں تک اپنی بات پہونچانے کے اہم ذرائع ہیں، اس سے ترک حکومت اور عوام کے دل میں عربوں کے تئیں محبت وخلوص کا اندازہ ہوتا ہے۔

نیوجرسی (امریکہ) ہائی کورٹ میں پہلا مسلم جج

امریکی ریاست نیوجرسی کے ہائی کورٹ میں پہلا مسلم جج ''ہانی مولی'' کی شکل میں مقرر کئے گئے ہیں، اس طرح وہ پہلے مسلم جج اور اس ریاست میں اس منصب تک پہونچنے والے سب سے کم عمر امریکی ہوں گے۔

اس سے قبل ''ہانی مولی'' نیوجرسی کے ''سو مرسٹ'' عدالت میں جج کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ اور اسی کے ساتھ اس امریکی ریاست کے اندر عرب کمیٹی کے بھی ذمہ دار تھے، اس نئی تقرری پر ریاست کے مسلم وغیر مسلم تمام لوگوں نے ان کو مبارک باد پیش کی ہے، ہانی کے ایک سینئر استاذ 'اریک وافیس' نے کہا کہ انہوں نے اس سے قبل بھی اپنی ذمہ داری بحسن وبخوبی انجام دی ہے، اور امریکہ میں عرب کمیٹی کے ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے بڑا کام بھی انجام دیا ہے، اور امریکی باشندے و مسلم معاشرہ کے درمیان خلیج کو بڑی حد تک پاٹنے کی کوشش بھی کی ہے، اور اس میں وہ کامیاب بھی رہے، حالانکہ وہ خود افریقی نژاد ہیں، اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو عقل وفکر سے مالا مال کیا ہے، وہ زمانہ کے حالات پر مکمل نگاہ اور مختلف مسائل پر پختہ رائے رکھتے ہیں۔

چھ سال کی پابندی کے بعد نیویارک یونیورسٹی میں طارق رمضان کا محاضرہ

مصری نژاد سوئٹزرلینڈ کے پروفیسر طارق رمضان نے گزشتہ ماہ ایک ورکشاپ میں ''سیکولرزم، اسلام اور جمہوریت اور مسلمان مغرب ویورپ میں'' کے عنوان پر ایک محاضرہ دیا، وہ نیویارک چھ سال کے بعد محاضرہ دینے آئے ہیں ۲۰۰۴ء میں سابق امریکی صدر جارج بوش نے امریکہ داخل ہونے پر پابندی لگادی تھی۔

امریکہ کے متعدد قانونی اور تعلیمی تنظیموں نے اس فیصلہ کے خلاف عرضی داخل کی تھی، اور طارق رمضان کو امریکہ آنے کی اجازت دینے کی اپیل کی تھی آخر حالیہ امریکی صدر براک اوباما نے ۲۰۱۰ء میں ان کو امریکہ آنے کی اجازت دیدی۔

قابل ذکر ہے کہ طارق رمضان تحریک اخوان المسلمین کے بانی اور عالم اسلام کی عظیم شخصیت امام حسن البناء کے پوتے اور قائد تحریک شیخ سعید رمضان کے فرزند ہیں، اور آکسفورڈ یونیورسٹی میں ''سان انٹونیو'' فیکلٹی میں شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے صدر ہیں، اس سے قبل بھی سابق امریکی صدر جارج بوش کے دور میں داخلہ کی اجازت مانگی گئی تھی، اور مختلف تعلیمی ادارے اور شخصیات نے اس سلسلہ میں اپیل کی تھی مگران کو امریکہ آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

ہالینڈ کے مشہور ترین مجلہ کے سرورق پر ایک باحجاب ترک خاتون کی تصویر

''مرگریٹ'' نامی ہالینڈ کے معروف ومشہور مجلہ نے اپنے حالیہ اشاعت کے سرورق پر ایک ترک باحجاب خاتون کی تصویر شائع کی، اس خاتون کا نام ''مرجیماک'' ہے، جو ہالینڈ کے دارالحکومت ''اسٹرڈام'' میں رہتی ہے اور ۳۴ برسوں سے بڑی مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ رفاہی اور سوشل کام انجام دے رہی ہے۔

ترک نژاد ''مرجیماک'' نے ترکی کی ایک خبررساں ایجنسی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا: کہ ''مرگریٹ'' میگزین نے اس کی تصویر کو اپنے سرورق پر شائع کیا ہے، اور یہ ایک مکمل باحجاب خاتون کی تصویر ہے، اس کی وجہ اس کی متعدد رفاہی خدمات ہیں اور اس نے اپنے آپ کو ہالینڈی معاشرہ میں قابل قبول بنالیا ہے، اور کہا کہ یہ ہالینڈ میں ترکی معاشرہ کی بڑی کامیابی ہے۔

''مرجیماک'' نے مزید کہا کہ وہ ۱۹۷۶ء سے ہالینڈ میں رہ رہی ہے، مگر اس پورے ۳۴ رسال میں اس کو کسی طرح کی مشکلات کا سامنا نہیں ہوا، اور اس نے ہالینڈ میں مکمل تعلیم کے دوران اسکول کالج اور یونیورسٹی میں بھی حجاب کا استعمال کیا ہے۔

مذکورہ خاتون نے ہالینڈ میں اپنی زندگی کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ میں نے کسی سیاسی جماعت یا مسئلہ میں حصہ نہیں لیا، اور اکثر اوقات جب میں ہالینڈی خواتین سے حجاب کے استعمال کی وجوہات اور اس کے تحفظات بتاتی ہوں تو وہ سب بہت متاثر ہوتی ہیں، اور مثبت جواب دیتی ہیں، اس سے مجھے یہ نتیجہ ملا کہ جب تک انسان صحیح راستہ پر قائم رہتا ہے اور خدا کی ذات پر اعتماد قائم رکھتا ہے تو مشکلات کو آسانی سے برداشت کر کے آگے بڑھ سکتا ہے۔

سوئٹزرلینڈ میں بغیر منارہ والی پہلی مسجد کا افتتاح

سوئٹزرلینڈ میں مساجد کے میناروں پر پابندی کے بعد پہلی مسجد بغیر منارہ کے تعمیر ہوئی جس کے افتتاح میں ۳۰۰ سے زائد افراد شریک ہوئے، یہ مسجد سوئٹزرلینڈ دارالحکومت کے ساحلی شہر ''اوسٹر مونڈیکن'' میں ترک مسلم کمیٹی نے قائم کیا ہے، مسجد کے ساتھ ایک لائبریری بھی ہے، اور ایک بڑا کانفرنس ہال بھی ہے۔

یہ مسجد ایک پرانی عمارت میں قائم کی گئی ہے جو اس سے قبل 'نبیذ' تیار کرنے کے لئے استعمال ہوئی تھی، دوسال قبل ترک مسلم کمیٹی نے اس کو خرید لیا، اسی وقت سے اس عمارت کو مسجد میں تبدیل کرنے کے لئے تعمیراتی کام شروع ہوگئے، اور ۲۶ رنومبر ۲۰۰۹ء کو سوئٹزرلینڈ میں میناروں کی تعمیر پر مکمل پابندی عائد کردی گئی اس لئے اس میں منارے نہیں بنائے گئے۔

کمیٹی کے صدر ''حسن ایرماک'' نے کہا کہ یہ مسجد صرف مسلمانوں کے لئے ہے، مسجد میں دوسرے حضرات داخل نہیں ہوں گے، لیکن اس کی لائبریری سب کے لئے ہے، اس سے تمام لوگ استفادہ کرسکتے ہیں، مسجد کی افتتاحی تقریب میں دونوں عیسائی فرقے (کیتھولک اور پروٹسٹنٹ) کے نمائندے بھی شریک ہوئے۔

روسی زبان میں سیرت نبوی ﷺ پر پہلی کتاب

ماسکو میں ''مرکز النشر العلمی'' نے روسی زبان میں سیرت نبویؐ پر پہلی کتاب شائع کی، اس کی تصنیف میں دو اسکالروں (ڈاکٹر ناتالیا فیرسوفا اور ڈاکٹر توفیق ابراہیم سلام) کا حصہ ہے۔

یہ کتاب سیرت نبوی پر روسی زبان میں پہلی کتاب مانی جارہی ہے، اس میں سیرت ابن ہشام اور دیگر مراجع ومصادر پر اعتماد کیا گیا ہے، پہلی جلد میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے، آپ کی پیدائش، نزول وحی، مکہ میں دعوت اسلام کا آغاز اور مکی واقعات وحالات بیان کئے گئے ہیں جب کہ دوسری جلد میں ہجرت مدینہ اور اس کے بعد کے حالات لکھے گئے ہیں، کتاب کی ترتیب میں اور سیرت کے واقعات وحالات کے بیان کرنے میں لائق مصنفین نے قرآنی آیات، احادیث نبوی بالخصوص صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی وغیرہ پر اعتماد کیا ہے۔

فلسطینی مساجد پر یہودیوں کے حملے میں اضافہ

فلسطینی دیہاتوں میں مقامی مسجدوں کو نذر آتش کرنے کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے، یہودی نوآبادکار اطراف واکناف کی تین غیر قانونی آبادیوں سے ان علاقوں میں داخل ہوکر مساجد کو نذر آتش کررہے ہیں، اس اشتعال انگیزی پر مقامی فلسطینیوں میں شدید برہمی پھیلی ہوئی ہے، یہ لوگ اسرائیلی افواج کی بے رحمی کے شکار ہیں، معاشی مشکلات، سیاسی جبر اور مسجد میں نماز کی ادائیگی سے روکنے کو انہوں نے اب تک برداشت کرلیا ہے لیکن وہ مساجد کی بے حرمتی، انہیں نذر آتش کرنا قرآن مجید کے اوراق کی بے حرمتی اور انہیں نذر آتش کرنا ان کے لیے ناقابل برداشت ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہودی نوآبادکاروں کی ان کارروائیوں کا اصل مقصد مقامی فلسطینیوں کی حوصلہ شکنی ہے تاکہ وہ یہودی نوآبادیوں کی توسیع کے خلاف احتجاج کرنا ترک کردیں۔

☆☆☆☆☆

روداد سفر

حضرت ناظم ندوۃ العلماء کی کیرالا میں قرآنیات پر انٹرنیشنل سیمینار میں شرکت اور تریوندرم میں تین دن

محمود حسن حسنی ندوی

چند مہینوں پہلے کیرالا کے مالابار علاقہ کا سفر کالی کٹ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی مجلس عاملہ کے اجلاس کے موقع پر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے کیا تھا، کالی کٹ کیرالا کا ایک تاریخی شہر ہے جہاں مسلمانوں کی اچھی آبادی اور ان کی اچھی دینی، ملی اور علمی ودعوتی اور صحافتی سرگرمیاں ہیں جن کی تفصیل میں جانے کا موقع نہیں، اس بار تریوندرم میں جو کیرالا کی راجدھانی بھی ہے کیرالا یونیورسٹی کے شعبۂ عربی کی طرف سے قرآنیات کے موضوع پر انٹرنیشنل سیمینار کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا، اور اس میں علامہ یوسف القرضاوی، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، ڈاکٹر ذاکر نائک کو خاص طور پر مدعو کیا گیا، اور ان تینوں شخصیتوں کو دعوت نامہ میں نمایاں رکھا گیا، ان کے علاوہ بڑی تعداد میں بلاد عربیہ کے علماء ومفکرین دانشوروں اور اسکالروں وداعیوں کو دعوت دی گئی، شہرت تو یہ تھی دو تین سو عرب علماء تشریف لا رہے ہیں لیکن کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے، عرب علماء بہت کم تعداد میں آئے، اور جو آئے وہ بھی کھل کر شرکت نہ کر سکے، علامہ یوسف القرضاوی جن کی آمد کی کشش ندوہ کے حضرات کو وہاں لے گئی تھی، وہ بھی نہ آسکے۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ کا قافلہ جس کی سربراہی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ فرمارہے تھے ۲۹ رمئی کو ظہر وعصر کے درمیان تری وندرم پہونچا، حضرت مولانا مدظلہ لکھنؤ سے ۲۶ رمئی کو بھوپال کی ٹرین سے روانہ ہوئے اور بھوپال میں مولانا کلیم الرحمٰن خاں ندوی کے ہاں دن گذار کر رات کو تری وندرم کے لئے روانہ ہوئے، سات رکنی قافلہ تھا، جناب مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی، شاہد حسین صاحب، حاجی عبدالرزاق صاحب کے علاوہ خال محترم مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی اور برادر عزیز سید سبحان ندوی اور راقم الحروف بھی تھا، راستہ میں سب سے پہلے ناگپور میں مشہور داعی ومفسر قرآن مولانا عبد الکریم پاریکھ مرحوم کے صاحبزادے عبد المجید پاریکھ صاحب صبح سویرے ناشتہ وغیرہ کا سامان لے کر پہونچے، اور دوپہر کی ضیافت وجے واڑہ پہونچنے پر سکری صاحب بھٹکلی نے کی، اور ان کے گھر کے افراد اگلے اسٹیشن تک راحت پہونچانے کے لئے ساتھ رہے، سکری صاحب بھٹکلی ندوہ واہل ندوہ کا بڑا خیال کرتے ہیں، ندوہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس کے موقع پر بھی انہوں نے خصوصی تعاون دیا تھا، ٹرین میں ایک خاص بات یہ رہی کہ علی گڑھ مسلم یونورسٹی کے ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب کی برتھ حضرت مولانا مدظلہ سے قریب تھی اور وہ بھی اسی پروگرام میں شرکت کے لئے جارہے تھے اور قرآنیات ہی ان کا خصوصی موضوع ہے، اس لئے اچھی علمی مجلسیں رہیں، حضرت مولانا مدظلہ نے اپنے مقالہ کو آخری شکل بھی ٹرین میں ہی دی، قرآن کریم اور عربی زبان کے موضوع پر عربی میں انہوں نے ایک فکری مقالہ لکھا، جسے انہیں سیمینار کے دوسرے دن ۳۰ رمئی کو تری وندرم اسٹیڈیم گراؤنڈ میں اسکالروں کے سامنے پڑھنا تھا۔

کیرالا کے نہایت مخلص لوگوں میں ایک نام مولانا عبد الشکور قاسمی کا ہے جو اصلاً الپی کے رہنے والے ہیں اور بڑے فعال، دردمند اور پرجوش وپرسوز عالم وداعی ہیں، حضرت مولانا مدظلہ سے روحانی وفکری تعلق رکھتے ہیں، بیعت بھی ہیں، انہوں نے کوچین اپنے دو تعلق والوں کو کھانے کے ساتھ بھیج دیا تھا اس لئے کہ ٹرین دوپہر کے کھانے کے وقت کے گذرنے کے بعد تریوندرم پہونچی تھی، تری وندرم اسٹیشن جب ٹرین پہونچی تو حضرت مولانا مدظلہ کے نام کے ساتھ "مولانا وسیدنا" لگا کر "اھلاً وسھلاً مرحبا" کہا گیا اور اس طرح خیر مقدم کیا گیا، رہائش گاہ کا انتظام مولانا عبد الشکور صاحب نے بڑی پرفضا جگہ ایک کشادہ مکان پر کیا جو انہی کے دیئی میں مقیم کسی عزیز کا ہے جنہیں علماء اور اہل دین سے بڑا تعلق ہے اور ان کی یہی خواہش رہتی ہے یہ حضرات یہاں قیام کریں، ایک ٹیلہ پر جو تری وندرم ساحل سمندر میں ہے شاعرانہ مقام کی حیثیت رکھتا ہے، سامنے سمندر، اس کے اور رہائش گاہ کے درمیان ہرے ہرے ناریل کے درخت، ایک خوشنما اور جاذب نظر ہری قالین کی شکل اختیار کئے ہوئے تھے، اوپر نظر دوڑائیں تو روئی کے پہاڑ کا ایک سلسلہ نظر آتا ہے جسے ہم آپ بادل کہیں گے، اور پانی پر جب سورج کی کرنیں پڑتیں تو پانی کا رنگ چمکتا دمکتا دکھائی دیتا، اور اس پر جب بادل کا سایہ پڑتا تو پانی کا

رنگ کالا دکھائی دیتا، اور پانی کا رنگ دراصل کالا ہوتا ہے نہ کہ نیلا، پیلا، سفید۔

ایک روز صبح سویرے ہم کچلر لوگ شاہد حسین صاحب، مولانا جعفر مسعود صاحب، مولوی سبحان بھٹکلی، مولوی مزمل ندوی جو کہ مقامی تھے اور راقم الحروف کنیا کماری بھی گئے کہ وہ اس ملک کا آخری سرا ہے، اور وہاں کا سب سے دلکش منظر طلوع آفتاب کا ہوتا ہے، صحیح وقت پر تو ہم لوگ پہونچ گئے لیکن بادل نے اس کی دلکشی سے لطف اندوز نہیں ہونے دیا، زیادہ دیر نہیں رکے اس لئے کہ تری وندرم کے قیام کا آخری دن تھا اور اپنے بزرگوں کو چھوڑ کر ہم لوگ سو کلومیٹر آگے آگئے تھے، یہ جگہ سورج کے منظر اور ملک کے اختتام کی وجہ سے پوجا پاٹ کی جگہ بنالی گئی ہے، اس لئے ہم میں سے کسی کا دل نہیں لگا، یہاں دو سمندر ملتے ہیں، دونوں کے پانی کا رنگ الگ الگ اور قدرت کا ایسا منظر کہ دونوں پانی کسی بھی نوعیت سے ایک دوسرے پر اثر انداز نہیں ہوتے۔

اس طرح یہ سفر ہندوستان کے ایک آخری کنارے کا ہوا، سیمینار یقیناً انٹرنیشنل تھا، مندوبین بڑی تعداد میں آئے جس کی وجہ سے تین چار جگہ مقالات وبحوث کی نشستیں رکھی گئیں، اس سیمینار کی مناسبت سے مکتبات نے کتابوں کی نمائش بھی لگائیں، لکھنؤ، دلی، حیدرآباد میں جیسی نمائش لگتی ہے ویسی نہیں، پھر بھی ملیالم زبان میں خالص اسلامی لٹریچر کے فروغ کے لئے ایک اچھی صورت دکھائی دی، الحسنیٰ بک اسٹال نے جس کے ذمہ دار مولانا عبد الشکور صاحب ہیں ندوۃ العلماء، مسلم پرسنل لا بورڈ، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ اور مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی ملیالم زبان میں کتابوں کا اسٹاک رکھا۔

نمائش گاہ میں سلفی مکتب فکر، جماعت اسلامی کے الگ الگ مکتبات تھے، گیٹ پر استقبالیہ کلمات علامہ یوسف القرضاوی اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کے لئے تھے، گو علامہ قرضاوی تشریف نہ لا سکے۔

جمعہ ۳۰ رمئی کو حضرت مولانا مدظلہ نے اس مسجد میں خطاب فرمایا جہاں مولانا عبد الشکور صاحب امام وخطیب ہیں، مولانا عبد الشکور صاحب نے مولانا مدظلہ کے ایمان افروز خطاب کا ترجمہ پیش کیا، مولانا مدظلہ نے اس بات کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی کہ ہماری زندگی ایمانی طور طریق سے میل نہیں کھا رہی ہے، اور شریعت کے احکام کی بالادستی ہمارے اوپر نہیں رہی ہے، نماز بھی ہم پڑھ لیتے ہیں، مسجد بھی آجاتے ہیں، رمضان آتا ہے تو روزے بھی رکھ لیتے ہیں، لیکن اور جو شریعت کے احکام ہیں، معاملات ومعاشرت وغیرہ اور اخلاقیات کے دائرے کی باتیں ان کی طرف بالکل دھیان نہیں رہتا، یہاں تک کہ اب حالت اس قدر گرتی جارہی ہے کہ حلال وحرام کی بھی تمیز باقی نہیں رہ گئی ہے، بس خواہشات اور ہوس کی پیروی اور نفس کے تقاضوں کی تکمیل رہ گئی ہے، ظاہری طہارت کا تو خیال نظر آتا ہے، لیکن دل کی طہارت، دماغ کی طہارت، زبان کی طہارت کا خیال کم ہوتا جارہا ہے، اس کے نتیجہ میں قدم غلط اٹھنے لگتے ہیں اور بے راہ روی آرہی ہے اس لئے اس کی آج کے حالات میں فکر کی زیادہ ضرورت ہے۔

مولانا مدظلہ کی تقریر سے پہلے مولانا محمد شریف صاحب استاد مدرسہ حسینیہ کائم کولم نے تمہیدی خطاب کیا، اور اس سے قبل راقم الحروف نے طلبہ وخواتین میں بات کی، جمعہ کا خطبہ مولانا عبید اللہ کنڈلوری ندوی نے دیا، اور نماز بھی انہی نے پڑھائی۔

اس سے قبل مولانا مدظلہ نے یونی ورسٹی کیمپس میں پریس کانفرنس کو خطاب کیا اور عرب مہمانوں کے سامنے گفتگو کی اس موقع پر جناب مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی نے بھی خطاب کیا، مغرب بعد متصلاً اسٹیڈیم گراؤنڈ میں سیمینار کی عمومی نشست میں مولانا مدظلہ نے "القرآن الکریم واللغۃ العربیہ" کے عنوان پر مقالہ پیش کیا اور اس کا تذکرہ کیا کہ یہ میری شرکت ذاتی طور پر بھی اور رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی کی نیابت کے طور پر بھی ہے، سیمینار کے داعی کو تور نزار الدین صاحب بڑے شکر گزار ہوئے اور تکریم کی، مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ نے اپنا مقالہ "الاعجاز القرآنی" ڈاکٹر صاحب موصوف کے پاس جمع کرادیا، اور پڑھا نہیں، یہاں سے ہم لوگ قیام گاہ واپس آئے، برادرم مولوی قمر شعبان ندوی بھی ساتھ ہوئے جو جواہر لال نہرو یونیورسٹی، دہلی سے آئے تھے۔

ایک اہم انٹرویو

تری وندرم (جس کا اب نام تروانتاپورم ہوگیا ہے) میں حضرت مولانا مدظلہ نے قرآن مجید بین الاقوامی سیمینار کے موقع پر ایک پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

"اسلام اور شریعت سے متعلق اہم ایشوز پر غور کرتے وقت عدلیہ کو مسلم مذہبی رہنماؤں اور دانشوروں کے ساتھ تبادلۂ خیال کرنے کا ایک نظام تیار کرنا چاہئے چونکہ عدالتوں نے شریعت اور اسلامی قوانین کے خلاف کئی فیصلے دیئے ہیں، عدالتوں کو شریعت اور اسلام سے وابستہ ایشوز پر مسلم مذہبی رہنماؤں اور دانشوروں کی رائے لینی چاہئے،

("live in relation ship") لیوان ریلیشن شپ، پر سپریم کورٹ کے حالیہ نظریہ پر مولانا ندوی نے کہا کہ یہ غیر اسلامی ہے اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ "لیوان ریلیشن شپ کو منظور نہیں کرتا ہے، شرعی قوانین میں تبدیلی کو ناممکن بتاتے ہوئے مولانا مدظلہ نے کہا کہ:

"اس میں تبدیلی کرنا اور کچھ چھوڑنے کا اختیار کسی کو نہیں ہے کیوں کہ یہ خدا کا ایک پیغام ہے انہوں نے کہا کہ مذہبی رہنما نئی نسل کے مسائل کا شریعت کے دائرہ میں رہ کر حل تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں" طلاق دینے کے حق کے غلط استعمال کی شکایتوں پر حضرت مولانا مدظلہ نے کہا کہ:

"یہ کسی کو تکلیف دینے کا حربہ نہیں ہے، بلکہ شادی شدہ جوڑے کو محبت اور خوشی سے الگ ہونے کا نظام ہے"

دہشت گردی کے معاملہ پر انہوں نے کہا کہ:

"مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس کے خلاف مہم کے لئے پہل کی ہے، انہوں نے کہا کہ چند لوگوں کے کرتوت کے لئے پورے فرقے کو قصوروٹھہرانا غلط ہے، خواتین تحفظات بل کے تعلق سے مولانا مدظلہ نے کہا کہ:

"مختلف مسلم کمیٹیوں نے اس بارے میں اپنی رائے ظاہر کی ہے چونکہ یہ ایک سیاسی معاملہ ہے اس لئے بورڈ اس میں مداخلت نہیں کرے گا"۔

مولانا مدظلہ نے انٹرویو جمعہ سے قبل ۲؍مئی ۲۰۱۰ء کو دیا، اور اسی روز قرآن مجید سے متعلق بین الاقوامی سیمینار میں بعد نماز مغرب "القرآن الکریم واللغۃ العربیہ" کے عنوان سے ایک جامع اور پُر مغز مقالہ بھی پیش کیا۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

تعارف وتبصرہ

رسید کتب

م.ح.ح.

نام کتاب: تاریخ تدوین القرآن

مصنف: عبدالوہاب زاہد حلبی ندوی

ناشر: مرکز ابوبکر الصدیق، جنجو، جنوبی کوریا

۱۱۸؍صفحات کی یہ کتاب مولانا ڈاکٹر عبدالوہاب حلبی ندوی نمائندہ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ وامام ومدیر مرکز مسجد ابوالصدیق جنوبی کوریا کی تصنیف کردہ ہے، سادہ اسلوب میں تاریخ تدوین قرآن کو مستند مراجع سے پیش کیا ہے، مصنف موصوف جنوبی کوریا میں ایک داعی اسلام کی حیثیت سے بڑا کام انجام دے رہے ہیں، اور وہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے شاگرد اور خلیفہ بھی ہیں۔

☆☆☆

نام کتاب: اصلاح معاشرہ

(سورہ حجرات کی روشنی میں)

تصنیف: مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

ناشر: سید احمد شہید اکیڈمی، دارعرفات، رائے بریلی

۱۵۲؍صفحات کی یہ کتاب ۶۰ روپے کی ہے، مصنف مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی ہیں، قرآنی آداب کو سورہ حجرات کی روشنی میں معاشرہ کی اصلاح، سماج کے سدھار کے لیے مرتب کر کے بہترین اسلوب میں پیش کیا ہے، ضرورت ہے کہ اس کو خوب عام کیا جائے۔

☆☆☆

نام کتاب: مختصر سیرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف: علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: مولانا عبدالقادر ندوی مظاہری

ناشر: مترجم، پتہ: دارالعلوم ندوۃ العلماء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سیرت دس صفحات میں ہے اور بقیہ صفحات مؤلف کے تعارف پر ہیں، خواتم، جامع الاصول میں سیرت نبوی پر لکھے گئے مواد کا یہ ترجمہ ہے جو کتابی صورت میں سامنے ہے، کل صفحات چالیس ہیں، قیمت دس روپے ہے۔

☆☆☆

نام کتاب: وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ناشر: مؤسسۃ الحرم لاحیاء التراث الاسلامی عالمی، یمن ٹراولس، ندوہ روڈ، لکھنؤ

استاد محترم مولانا عبدالقادر ندوی گجراتی مدظلہ نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ خوب ڈھونڈ نکالا، یہ ان کے عہد شباب کا رسالہ ہے، بڑا مؤثر اور مفید ہے، صفحات ۱۶؍ہیں، قیمت درج نہیں۔

☆☆☆☆☆

MOHD. YASIN MOHD. YAMIN PERFUMERS
EXPORTERS & IMPORTERS
Tayyab Shamama — طیب شمامہ
Shamama Abid Special — شمامۃ عابد اسپیشل
Amber Abid — عنبر عابد
Mushk Amber — مشک عنبر
Attar Hena — عطر حنا
Attar Gulab — عطر گلاب
Attar Keora — عطر کیوڑہ
Attar Motia — عطر موتیا
Attar Zafran — عطر زعفران
Rooh Khus — روح خس
Jannatul Firdaus — جنت الفردوس
Majmua — مجموعہ
Kannauj-209725 (U.P.)
Tel.: 05694-234445, 234725, Fax: 234388
Mobile: 09839208298 (Mohd. Furqan)
E-mail: mymykannauj@yahoo.co.in

پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH JEWELLERS
All Kinds of Gold, Silver & Diamond Jewellery
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone: 0522-2627446 (S)
e-mail: waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow.

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S. V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Ph: 23460220-23468708 Tele: Add Cupkettle

Maqbool Mian Jewellers
مقبول میاں جویلرس
Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow.
Mob: 9956069081-9919089014

CAFE FIRDOS
کیفے فردوس
Partly Air Conditioned
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel: 23424781-23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara FOOTWEAR
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-8

Contact:
Mr. M. Afaq : 9919020067
Mr. M. Imran : 9415757256
Mr. Zeeshan : 9336726166
Phone: (0) 2618040 (0) 2627443
ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coats, Embroidered, Sherwanis, Pullowers, Jackets, Ku-ta-Suits, Night Suits, Gown & Tes.
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں قابل بھروسہ برانڈ
menmark®
Ultimate Men's Clothing
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow. -22600